



# لمس کا خواب زندہ رہنے دے

اظہار اللہ اظہار

Ketabton.com

PDF by Tahir Abid Taair





پانیوں میں گلاب بہنے دے  
لمس کا خواب زندہ رہنے دے

## انتساب

اپنے پیارے گل دا جی پروفیسر انعام اللہ جان قیس صاحب

اور اپنی پیاری امی جی کے نام جن کی پناہوں اور نگاہوں

چھوٹا جماع کرنا کے پرواز کرتے ہیں نے انکشاف کی نئی کھکشاؤں کو میرے

راستوں میں بچھا دیا ہے۔ دور ہوتا

اظہار

کھلنا

کھول کر

☆..... مری کتاب پتہ حق ہے مری محبت کا..... ☆

کتاب کا نام : لمس کا خواب زندہ رہنے دے

شاعر : اظہار اللہ اظہار

ترتیب : محمد ایاز غزل، یحییٰ احمد نایاب،

پروفیسر سید ایوب شاہ

اہتمام : پروفیسر شوکت اللہ، داؤد کمال محسن،

پروفیسر فرمان اللہ

پروف ریڈنگ : پروفیسر سہیل احمد، محمد سلیمان سالم

کمپوزنگ / ٹائپنگ : نور کمپوزرز، پشاور (0300-5904653)

سن اشاعت : اپریل 2003ء

قیمت : 100 روپے

رابطہ

اظہار اللہ اظہار

معلم شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی۔ فون 240305



## اظہار اور جدید شعری رویے

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کتابوں، دوستوں اور ادبی محافل سے قطعہ تخلیق کر کے ذات سے مکالمے میں مصروف تھا کہ ایک دن اظہار بھائی نے آکر خواب سے جگا دیا انہیں تیزی سے کام کرنے اور کتابیں چھپوانے کی دھم دیتی تھی۔ ابھی ابھی ان کا پشتو ہائیڈروکامپوز آ یا تھا۔ غالب پر تنقیدی کتاب اشاعت کے مرحلے میں تھی اور اب انہیں اردو کے تیسرے شعری مجموعہ نے جکڑ لیا تھا۔ شاید انہیں یہ احساس ہو چلا تھا کہ ان کے پاس وقت کم ہے اور کام زیادہ کرتا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہمیشہ تکلیف کا باعث ہوتے ہیں خاص کر دوست، احباب کیلئے اور نہ جانے کیوں میرا یہ حال یہ ہے کہ بسیار نوٹیں ہمیشہ سے آنکھ میں کلکتا رہا ہے شاید اس کی وجہ غلام محمد قاسم اور ناصر علی سید جیسے اساتذہ کی تربیت ہے۔ سو ایک دن میں نے جی کڑا کر کے اظہار بھائی سے کہہ دیا ”آپ کتابیں چھاپتے جائیں جب تھک جائیں گے تو انشاء اللہ آخر میں، میں آپ کے کام کا انتخاب کروں گا حالانکہ مجھے احساس ہے کہ نہ آپ میرے ہیں اور نہ میں ناصر کا غلامی“۔ اس بات سے وہ تھوڑے سے خفا بھی ہوئے مگر اب کے پریشان ہونے کی باری میری تھی جب انہوں نے کہا میری نئی کتاب

”میں کا خواب زندہ رہنے دے“ شائع ہو رہی ہے تم اس کے سب سے خوب فخر سے پڑھو۔ تمہیں اس پر مضمون لکھتا ہے۔ جب ان سے پوچھا میرا قصہ کیا ہے تو بتا دیا کہ چھپنے میں ان کا ہم عصر ہوں اور وہ اپنے کسی ہم عصر سے مضمون لکھواتا چاہتے ہیں اور قرعہ قائل میرے ہی نام نکلا ہے تو پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا کہ کیا کھوں اور کیسے، کسی کتاب پر کچھ لکھتا کہاں تک ممکن ہے۔ کتابوں پر مضمون لکھوانے ہی اس لئے جاتے ہیں کہ کچھ تعریف کا وسیلہ باقی آجائے شاید میں بھی جی کرتا۔ اظہار بھائی کی محبت میں مگر اساتذہ کی تربیت آؤسے آگئی اور میں نے اظہار بھائی سے کہہ دیا مسودہ پڑھنے کے بعد جو کچھ محسوس کروں گا صاف کھوں گا ہو سکتا ہے یہ سچائی اور صوری ہو مگر ہر ذہن کی اپنی سچائی ہوتی ہے اس طرح ان کے کلام کا مطالعہ کرتا رہا۔ ایک ایک شعر کو احساس کا حصہ بناتا رہا صبح سے شام ہو گئی ذہن میں ”ہم آئینوں کے قیدی“ اور ”گرفت“ کے اشعار موجود تھے اور آنکھوں کے سامنے ”میں کا خواب زندہ رہنے دے“ کی تبدیلی کے احساس نے حیرت سے دو چار کیا۔ مطالعہ سے سراٹھایا تو مناظر صاف ہونے لگے۔ ذہن میں ایک خاکہ سا بننے لگا وہی خاکہ اگلی سطور میں پیش کروں گا۔ میرا مقصد نہ کسی کی حمایت ہے نہ مخالفت اور نہ ہی شعروں کی تشریح بس کچھ رویوں کی بازیافت ہے اور کچھ سوالات۔ ایک دوست نے ایک دن کہا اظہار کے ہاں روایت کا حلیہ نظر نہیں آتا اور ایک نے فیصلہ صادر کر دیا کہ اس کے ہاں جدید رویے نہیں ہیں۔ سو چننا رہا اس کے ہاں روایت ہے نہ



کے ہاں تہذیب میں سب کچھ موجود ہے ”ہم آئینوں کے قیدی میں بھی گرفت“ میں بھی اور نئے مجموعہ میں نسبتاً زیادہ اور فعال صورت میں اب دیکھتے ہیں کہ نئی کتاب کی تہذیب میں کیا ہے؟ جو تہذیب سے اوپر کی سطح پر بھی آ رہا ہے اور اپنا اظہار بھی کر رہا ہے۔ یہاں روایت سے جدیدیت کی طرف ایک غیر محسوس مسافر ہے اور درمیان میں کئی پڑاؤ آتے ہیں اس کی غزل میں روایت، اس کا آہنگ موجود ہے اس کے ذہن میں روایت کی کئی کہانیاں آباد ہیں۔ بہت سے رویے لاشعور کا حصہ بن چکے ہیں اس لئے یہ عناصر اس کی سائیکس کا حصہ بن جانے کے بعد لاشعور اور روپ میں ظاہر ہوتے ہیں کتنے ہی اشعار، لفظیات اور مناظر جذبے میں ڈھل کر تصویر بناتے ہیں یہاں ایک روایتی اور تہذیبی معاشرے کا فرد سانس لے رہا ہے۔

کالچ نے ~~نئے~~ ٹوٹ کر صدائیں دیں

تم نے وعدہ جہاں جہاں توڑا

اگر جدا ہوئے ہیں ہم سفر ابھی رکا نہیں

میں اس کی سانس سانس ہوں وہ میرا انگ انگ ہے

روایت کا شعور ایک الگ مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ہم کر رہا ایک دوسرا مسئلہ روایت کے شعور کے ساتھ اگر نئی راہوں کا سفر کیا جائے۔ نوئے تہذیبی رویوں کا تجربہ کیا جائے اور نئے عہد کے منظر نامے کو جانچا جائے تو شاعر ایک نئی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے جو نہ بنیاد ہوتی ہے نہ ہوا میں معلق۔ اسے تاریخ، تہذیب اور

یہ سب سے پہلے آخر اس کی شاعری میں ہے ہی کیا۔ اس مجموعے کا مسودہ پڑھتے ہوئے جواب مل گئے یہ حقیقت اس وقت مجھ پر منکشف ہوئی کہ اس کے ہاں تہذیب کا تھکا ان ہے نہ جدیدیت کا البتہ مخصوص قسم کی فضا نے انہیں گرم کر دیا ہے لہذا یہ سوالات اٹھانے سے پہلے کہ اظہار کی شاعری میں روایت اور جدیدیت کی کیفیات کیا ہیں؟ یہ سوال اٹھانا بہت ضروری ہے کہ اظہار کا بنیادی مسئلہ کیا ہے؟ شاعر کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے افکار اور رویوں کی دریافت ہے اس لئے خوش بختی کا لمحہ وہی ہوتا ہے جب وہ ان امور کی تلاش میں کامیاب ہو جاتا ہے نہیں تو ساری زندگی اندھیرے راستوں اور انجان راہ گزاروں میں کٹ جاتی ہے۔ نہ فطری سچائی اس کے ہاتھ آتی ہے، نہ بے ساختہ پن۔ اظہار کے ساتھ بھی یہی ہوا وہ زیادہ سے زیادہ لکھنے کی دھن میں اور لفظوں کے محل بنانے کی فکر میں فطری سچائی اور بے ساختگی سے دور ہوتا چلا گیا۔ موضوعاتی اکائی اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہ لفظوں کی تراش خراش، فلسفے کے مسائل اور مشکل شاعری کی دھن میں کہیں دور نکل گیا اس کی شعوری کاوشوں نے اس کے اندر کے فطری انسان اور باکمال شاعر کو باہر آنے نہیں دیا اس کے ساتھ تقریباً وہی ہوا جو کسی زمانے میں جوتی کے ساتھ ہوا تھا۔ نجمہ ماحول، بھوس علیست اور زبان دانی کے چسکے نے اسے کچھ اور بنا دیا وہ ایک مخصوص انجناد کو تو ذکر باہر نہ نکل سکا سوا اس کی شاعری دھند میں کھو گئی اتنی زیادہ شاعرانہ صلاحیتوں اور ڈھیر ساری کتابوں کے باوجود کوئی مقام نہ بنا سکا حالانکہ اس

اساطیر کا سہارا حاصل ہوتا ہے اور یہی صحت مند جدیدیت ہے کہ نئے مناظر اور بدلتے ہوئے رویوں کو روایت کی روشنی میں پرکھا جائے تو زمانی تسلسل برقرار رہتا ہے۔ اظہارِ روایتی جذبات کو بھی ذہن میں رکھتا ہے اور محبت کے بدلتے تناظر کو بھی لہذا روایتی کہانیوں کی روشنی میں نئی محبت کا جب تجزیہ کرتا ہے تو معاشرتی تخریب اور تہذیبی انہدام کے کئی زاویے سامنے آتے ہیں۔

سنگ باری کا کوئی ڈر نہیں لیکن اظہار  
پھول کے ہاتھ میں پتھر مجھے منظور نہیں  
یہ واقعہ تو کسی سانچے سے کم ہی نہیں  
بچھڑ رہے ہیں مگر کوئی آنکھ نم ہی نہیں

یہ وہ مرحلہ ہے جہاں سے رومانی شاعر کا ذہن نامہوار معاشرتی ڈھانچے کی تخریب کی طرف مڑتا ہے یہ تقریباً ہر رومانی شاعر کا مسئلہ رہا کہ اسے رومان سے انقلاب کی طرف سفر کرنا پڑتا ہے اور اسے اس طرح کے کئی فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔

میں کیا ڈھونڈوں کسی آنچل کا سایہ

عروسِ زندگی جب بے ردا ہے

لیکن یہ فیصلے جذباتی اذہان کے تو ہو سکتے ہیں مضبوط رومانی انسان کے نہیں کہ اسے سانچ کی جدوجہد میں ہر مقام پر محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں روایت، محبت اس سے انقلاب اور عہدِ حاضر کے خارجی المیوں تک سفرِ اظہار کی غزل میں

بہت کچھ مل جائے گا۔ یہ ساری کیفیات اپنی جگہ لیکن مجھے اظہار کی غزل آج ایک اور طرف لے کر جا رہی ہے جدید دور کے جدید منظر نامے کی طرف جس کی راہیں معاشرہ کے اسی خارجی پیکر سے چھوٹی ہیں۔ ڈھانچے کی توڑ پھوڑ سے نکلتی ہیں اس میں نہ میری دلچسپیوں کا ہاتھ ہے نہ اظہار کی محبت کا مجھے ان رویوں میں نیا معاشرہ سانس لیتا محسوس ہوتا ہے، نیا فرد دکھائی دیتا ہے، مشینوں، صنعتوں کے درمیان گھرا ہوا بے چین فرد۔ مادیت کے شکنجے میں جکڑا ہوا روحانی فرد جس کے آگے مادیت کے معیار بانٹیں پھیلائے کھڑے ہیں۔ پشت پر لاتعداد صنعتوں اور کارخانوں کا بوجھ ہے وہ ان زنجیروں سے رہائی تو نہیں پاسکتا مگر اس کا من اس کی فطرت اسے کہیں اور لے جاتی ضرور ہے۔ فطری زندگی کی طرف، معصوم خواہشوں کی طرف، وہ اس مشینی زندگی میں قدم رکھنے کے باوجود اپنے ماضی، روایات اور اساطیر سے دامن نہیں چھڑا۔ بلکہ اب یہ رشتے اور بھی گہرے ہو گئے ہیں۔ ہمارا نیا شاعر اس صنعتی دور میں واپسی کا سفر کر رہا ہے تاریخ اور دیو مالا کے طرف۔ اس کے استعارے مشینی دور کے نہیں قدیم ادوار کے ہیں۔ صنعتوں اور کارخانوں سے لپٹی زندگی کے نہیں، فطری زندگی کے ہیں۔ اظہار کی غزل کا استعاراتی اور علامتی نظام بھی مشینی زندگی کا نہیں۔ تاریخ اور فطرت کی قریب ترین زندگی کا ہے۔ اس نے جذبیوں کی کہانی لکھنے کیلئے فطرت کے مظاہر سے مدد لی ہے اور نئے ماحول کی تشریح کیلئے جو استعاراتی نظام وضع کیا ہے اس کا تعلق تاریخ اور مذہب کی قدیم اقدار سے



بڑا جاتا ہے۔ وہ پلٹنڈیوں پر چلتے ہوئے شاہراہوں کو دیکھ رہا ہے۔ لقمہ و دق صحرا  
میں کھڑا مینوں کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ اسے علم ہے کہ اس کے گرد کھڑی عمارتوں اور  
پکی شاہراہوں نے آنگن کو اجاڑ دیا ہے۔ رشتے تقدس کی علامت نہیں رہے۔ مادی  
رنگ روپ اختیار کر گئے ہیں۔ سارے

تصورات، اقدار کے پینے تبدیل ہو گئے ہیں۔ زندگی آسیب زدہ ہو گئی ہے اور  
خوف کی دیواریں مضبوط ہو گئی ہیں۔ اس لئے اس کا فردان مناظر کے گرد کھڑا کچھ  
سوالات اٹھا رہا ہے۔

نہیں آتا مگر جھونکا ہوا کا  
دریچہ تو ہر اک گھر کا کھلا ہے۔  
پرندے امن کے شاخوں سے اڑتے جاتے ہیں  
اتر رہا ہے یہ کیسا عذاب آنگن میں  
آدمی کیا کوئی سایہ بھی نہیں ہے اظہار  
شہر کے کوچہ و بازار نظر آتے ہیں  
برہمی آنکھ کی پچیلی ہوئی قدیل میں ہے  
شہر کا شہر کسی سائے کی تحویل میں ہے  
بے بسی نے ہمیں پتھر کا بنا یا اظہار  
ہم نے آنگن کے اجڑ جانے کا غم دیکھا ہے

ہونٹ گنگناتے ہیں اور روح گھائل ہے  
لفظ اور معانی میں اک خلیج حائل ہے  
پرندے کوچ کرتے جا رہے ہیں  
محبت کا کوئی امکان نہیں ہے

اور خاص کر یہ شعر

شہر کی آوارگی کو چھوڑ کر جاؤں کہاں  
میرے گھر میں بھی مری تنہائی کا آسیب ہے

وہ انسان کی داخلی زندگی اور توڑ پھوڑ کا سوال اٹھا رہا ہے۔ مضطرب انسان جو

متعین شریف آدمی نہیں بن سکتا اس کی زندگی کے لیے پیش کر رہا ہے

روحانی اور پراسرار کیفیات سے گزرنے والے فرد کی کہانی لکھ رہا ہے جسے واپسی کا

سفر پراسرار راہوں کی طرف کرتا ہے۔ جہاں چیزیں فارمولاتی ہیں اور نہ ان کی

تفکیک ٹھوس پیمانوں کے مطابق ہوتی ہے۔ جہاں انسان توہمات اور دھندلکوں کے

تحت خوابوں کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جدید دور کے مطابق انتہائی غیر عملی اور غیر ترقی

یافتہ زندگی جس کا انسان کچھ ایسا ہے۔

تیرگی میں جو سفر ہم نے کیا ہے پیہم

وہ کوئی جسم کے ہمراہ نہیں کر سکتا

اس کی چھاؤں میں گلابوں کے بدن جلتے ہیں  
اس شجر پر کسی آسیب کا سایہ ہوگا  
وہ روحانی اور پر اسرار کیفیات سے گزرنے والے فرد کی کہانی لکھتے ہوئے منطقی  
منظر نامے کو تبدیل کر رہا ہے کہ اب اشیاء کو ان کے مروجہ بیان سے ہٹا کر دیکھنے کا  
وقت آگیا ہے۔ اب شاید ہمیں خارجی اور داخلی کیفیات کو ایک اشارے کے تحت  
جانچنا ہوگا لہذا اس بارے میں بحث سمینے کے بعد اس کا آخری فیصلہ یہی ہے۔  
تم کو نظر آتی نہیں اس عہد کی تصویر میں؟

بے چینیوں، حیرانیاں، تہانیاں، رسوائیاں  
اظہار کی غزل کے یہ رویے اور ان کا اشتراک ایک مرکزی نقطہ کو جنم دیتا ہے  
جس کا سفر غزل سے نظم تک پھیلتا چلا جاتا ہے۔ انسان، اس کی آرزوئیں، اس کے  
خواب اور جدید دور کی بے چینی اور ان دائروں کے درمیان انسان کے مستقبل اور بقاء  
کا سوال۔

اظہار کی نظم کے ساتھ بھی وہی ہوا جو اکثر غزل گو شعراء کی نظم میں ہوتا ہے ریزہ  
خیالی کی کیفیت، بکھرے بکھرے خیالات کا جھوم، جس سے کبھی اکائی تعمیر ہوتی ہے،  
اور کبھی نہیں اور ہو بھی تو اس کی ظاہری صورت کم ہی سامنے آتی ہے۔ اظہار کی کئی  
نظمیں ریزہ خیالی سے تشکیل پاتی ہیں لیکن کئی نظمیں اکائی دریافت بھی کر لیتی ہیں  
اور کئی سطحوں پر پھیل جاتی ہیں۔ محبت سے انقلاب تک اور انقلاب سے اندرونی

جہتوں کی دریافت تک اس کے پہلے دو اہم رنگ ہیں جن میں محبت اور معاشرہ کے  
موجودہ ڈھانچے سے اختلاف کے زاویے موجود ہیں۔ دوسرا زاویہ یہاں نسبتاً  
زیادہ فعال ہے۔

ہم گلابوں کی کہانی نہیں دہرائیں گے  
باغ میں کھلتے ہیں بلزار میں بک جاتے ہیں (ماوراء)  
روشنی ایک اکائی ہے مری ہستی کی  
اس کی تقسیم ہے نسلوں کا پریشان ہونا  
بندگیاں یہ چٹکتی ہوئی کہہ جاتی ہیں  
روکنے سے کہاں خوشبو کا سفر رکتا ہے (اکائی)  
زندگی ایسے مراحل سے بھی گزرتی ہے جہاں  
اک صدی ایک ہی لمحے میں گزر جاتی ہے  
ہاں مگر یوں بھی ہے جب ایک گھڑی کی اغوش  
پشت در پشت غامی کی سزا دیتی ہے  
ان گنت نسلوں کو چنوتی ہے دیواروں میں (تسمیہ)  
اگر دیکھا جائے تو یہاں خارجی نظام اور داخلی خواہشات میں جنگ جاری ہے۔  
بیرونی سارے مناظر کشید کرنے کے بعد ایک نئے رخ کا سفر اور منزلوں کی تلاش کا



عمل ہے ہندوہ ٹوٹی پھوٹی اور بکھرتی دنیا کے نقشے کھینچتا ہے۔ اقدار سے لے کر مادی عناصر تک ہر چیز کو ٹوٹے اور بکھرتے دکھاتا ہے ایسا لگتا ہے کہ اشیاء کی توڑ پھوڑ کے نتیجے میں راہیں تبدیل ہو رہی ہیں اس میں تعمیر کا عمل دکھائی دیتا ہے یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے۔ مگر اشیاء کو توڑنا ہی تعمیر کی طرف پہلا سفر ہے اور اس کیفیت میں مادی نظام کا ہر زاویہ شریک ہے اور اس کے باطن سے عدم شناخت اور بے چہرگی کا مسئلہ ابھر رہا ہے وہ سایوں اور آوازوں کی بھیڑ میں انسان کی تلاش کا سوال اٹھ رہا ہے۔

تجائی کا عذاب مسلط تھا شہر پر  
سایوں سے جسم، جسم سے سائے بچھڑ گئے (دیدہ ور)  
رواں ہے قافلہ منزل کی جانب  
مگر رستہ بھٹک جانے کا ڈر ہے  
سماعت کتنی آوازوں میں گم ہے  
بہت بوجھل ہے اب کے دل کی دھڑکن  
لگے ہیں ساتھ لٹ جانے کے خدشے  
وفا کا چاند آدھا رہ گیا ہے  
مقید ہے کہیں یادوں کی خوشبو  
تمھکن سے چور، گرتے ہیں پرندے

ہوا بیمار ہے موسم پریشان  
مراحل کبر میں لپٹے ہوئے ہیں  
نجانے کب یہ مطلع صاف ہوگا (نہ جانے)  
اظہار کی نظم میں بھی غزل کی طرح سارے رابطے فطرت کے ہیں۔ تبدیلی اور  
ٹوٹ پھوٹ کے عمل کو فطرت کے استعارے نئی معنویت عطا کرتے ہیں اور یوں  
شاعری کی مجموعی اکائی سامنے آتی ہے جو محبت، اجتماعی بے حسی، بے چہرگی، عدم  
شناخت اور آسیب زدہ تنہائی کے حوالے سمیٹ کر انسانی زندگی کے رنگ مرتب کرتی  
ہے اور ایک سوال چھوڑ جاتی ہے۔

نہ جانے کب یہ مطلع صاف ہوگا  
رنگوں کی یہ تصویر یہی وہ جتنی خاکہ ہے جو اظہار کی کتاب پڑھنے کے بعد میرے  
ذہن میں ابھرا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ شاید یہ اظہار کے شعری رویوں کی  
دریافت کر سکے ہمارے شعری ماحول نے عہد کے مناظر اور مشرق کی اجتماعی سائیکی  
سے مل کر سفر اور اس کی راہیں متعین کر سکے۔ پتہ نہیں ایسا ہو بھی سکے یا نہیں پھر بھی جو  
میں نے سوچا صاف صاف کہہ دیا۔ سچائی اور حوری رہی یا پوری میں کیا کہہ سکتا ہوں  
فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتا ہوں۔

مضمون کے آخر میں، میں اظہار کی نظم ”امکان“ سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں  
مجھے اظہار کی شاعری کے اکثر حوالے اس نظم میں جمع ہوتے نظر آتے ہیں۔ محبت،

انقلاب اور داخلی المیوں کے کئی نقوش ابھرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ سکوت سے کلام تک اور کلام سے سکوت تک، انقلاب سے محبت تک اور محبت سے انقلاب تک کئی صورتیں نظر آتی ہیں اور اجتماعی فکر بھی کہ ہمیں کہاں سکوت کا قرینہ رکھنا ہے اور کہاں جمود کی تخریب کا۔

میں چپ رہوں گا تو میرے اندر

خود آگئی کا سفر رہے گا

گھٹن بڑھے گی

تو سارے موسم

لباس اپنا اتار دیں گے

پھر آئینے بھی شناخت اپنی نہ سہہ سکیں گے

یہ تہلیاں بھی

چناہ لیں گی محسوس کی ولایتوں میں

پرندے اڑاڑ کے بحر کابل میں جاگریں گے

شکار ہوں گے تمام پہنے

اگر میں بولا تو پھر بھی بھری ہوئی ہوائیں

کسی درد سے کی خواہاں کر

میرے ارادوں کو نوچ لیں گی

میں سچ کہوں گا تو میرا الجھن باریں کر

ترے سراپے کوڑا چاہے لے گا

ترے جسم شفق کی سرخی میں بار بار کر

بچے گاشب کی سیانیوں میں

عجیب الجھن میں مبتلا ہوں

سو میں نے سوچا ہے میرا کیا ہے

گلاب اپنی ہنسی لٹا کر

قرار پاتے ہیں خوشبوؤں میں

اب اس قیامت میں زندہ رہنا ہے یونہی ممکن

میں تیری سانسوں میں رتے کئے اپنی

لطفوں کا بھرم رکھوں گا

تری نگاہوں کو روشنائی عطا کروں گا

خود اپنے من کا دیا بچھا کر

سمیل احمد لیکچرر شعبہ اردو جامعہ پشاور

17 مارچ 2003ء



کس طرح اعلیٰ مراحل میں تحقیقی منظر نامے کو تبدیل کر کے رکھ سکتی ہے گویا وہ تحقیق کو  
پُرکھنے کے برعکس اس میں اپنے لاشعور کے گمشدہ خوابوں کی شکست خوردہ تعبیریں  
صوبڈنے کے درپے رہتے ہیں یہ جاننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے کہ ذہن  
کو تحقیقی کُل کے ساتھ ملانے کا کرب کیا ہوتا ہے اور بے روح لفظیاتی پیکر تحقیقی  
بالیڈگی پر کس طرح اپنے محسوس سائے ڈالتے رہتے ہیں وہ تو بس اپنے بے باکانہ  
انفرادی تشدد اور بے رحمانہ انانیت کا سلسلہ دراز رکھنا ناگزیر خیال کرتے ہیں جب  
اس طبقے کے ہاتھ میں قلم آتا ہے تو پھر یہ نہیں دیکھتا کہ کیا لکھنا ہے اور کیا نہیں لکھنا  
ہے یوں وہ نہ فقط تحقیق کے تقدس کا چہرہ نو پگتے گتے ہیں بلکہ لفظ کی حرمتوں کو بھی  
پامال کرنے لگتے ہیں۔ مقصود یہ بھی نہیں کہ خدا خواستہ میں نقاد کے کردار کی نفی کرنا  
چاہتا ہوتا بلکہ یہ واضح کرنا میرے لئے نہایت اہم مسئلہ ہے کہ تخلیق کار کے کسطن میں  
جمالیاتی آہنگ سے معمور جو کارنامات انگڑائیاں لیتی رہتی ہے نقاد اگر اس کی  
سرشاریوں اور رعنائیوں سے آنکھیں بند کر کے اس پر اپنے وسوسوں کا آہنی جال  
بچھینے لگے تو تخلیق کے انفرادی پہلو سمیت اس کا حسیاتی ادراک اور جمالیاتی آہنگ  
نظروں سے اوجھل ہونے لگتا ہے۔ ان خدا شات کو نگاہ میں رکھ کے میں نے ماضی  
میں تخلیق اور شاعرانہ ذوق کے درمیان کسی تیسرے اضافی حوالے کو حاصل کرنے کی  
زیادہ ضرورت ہی محسوس نہیں کی تاہم اب کے یہ محسوس ہوا کہ یہ تیسرا حوالہ سو فیصد  
غیر ضروری بھی نہیں۔ یقیناً اس بہانے تخلیق کو کریدنے کے بہانے بھی ہاتھ آ سکتے

ادھوری سچائی.....؟

تحقیقی اکائی کے آئینے کو کھر دے باقوں میں دبا لیا وہ ناروا اہل ہے جو تیلوں کو کرخت میں لاکر ان کی تمام تر عنایتوں کو ہوا میں تحلیل کر رہا رہتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے نظام کا وجود اکثر تحقیق کاروں کیلئے زیادہ دفرہ نہیں رہا ہے۔ اور پھر اکثر ناقدین کیمرے کی آنکھ سے تصویر لینے کے آرزو مند ہوتے ہیں۔ وہ تحقیق کی اکائی کے کس اور چہتوں، سمت اور زوایوں کو دیکھنے کی بجائے ایک نامعلوم افق کی دھند میں کھوکھلی چٹائی کی ایک بلکی ہی جھلک دیکھتے ہی اس پر نہ صرف ہلہ بول دیتے ہیں بلکہ اسے اپنی اکائی سے الگ کرنے کے لئے بھی پرتو لے لگتے ہیں اور پھر اس دھجکا فساد کو حاصل افتاد سمجھنے لگتے ہیں یہ سوچنا تک نہیں چاہتے کہ سمت کی تبدیلی

ہیں اور ان مباحث سے ذہن میں نئے درجے کھلنے کا امکان بھی رہتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں میں نے اپنے عہد کے خیالات اور ان سے تخلیقی ہم آہنگی کا راستہ ہموار کرنے کیلئے سہیل احمد صاحب کا انتخاب اس لئے کیا کہ وہ ادب کی روح کو مقدور بھر اپنے اوپر طاری کر کے سچ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں یقیناً سہیل احمد صاحب کا نام ادبی حلقوں میں زیادہ معروف نہیں لیکن میرے نزدیک غیر معتبر ہرگز نہیں۔ وہ بڑے بڑے ناموں کی اس ہنرکاری سے بھی پیدل ہیں جن کا ذہن تخلیق کی کریمیں بانٹتے ہوئے جنگوں کو چھوئے بغیر محض اس پر رائے زنی کا شوق پورا کرتا ہے اور اس کو تاہی کے باوصف اپنی دراز قامتوں کی اوٹ میں ہو کر مسکراتے رہتے ہیں۔

بہر تقدیر سہیل صاحب کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری خواہش کو رد نہیں کیا یہ دوسری بات ہے کہ ان کے تاثراتی مدوجذر سے اختلاف کرنے کے کئی اسباب اور قرائن بھی موجود ہیں۔ البتہ ادبی دنیا سے ان کی والہانہ وابستگی اور ان کے فنی خلوص میں کلام کرنے کو اس مرحلے پر کم از کم میں اپنے اوپر اس لئے حرام تصور کرتا ہوں کہ ان کے مطابق ہر ذہن کی اپنی چٹائی ہوتی ہے۔ حالانکہ عالمگیر چٹائیوں کو اپنے موڈ پر منحصر سمجھ لینا میرے نزدیک نہایت داخلی رومانیت کا پرتو ہے کیونکہ چٹائی اگر مطلق بھی ہو پھر بھی وہ مقید نہیں آزاد ہوتی ہے۔

”لمس کا خواب زندہ رہنے دے“ کو آپ کے ذوق کی نذر کرتا ہے لیکن پہلے کچھ امتزافات یہ کہ شاعری کے تناظر میں تخلیق کا موجزن سمندر مجھے جہاں جہاں لے جاتا رہا ان راہوں پر میں بہتا، لہراتا اور بل کھاتا چلا گیا اور اس بہاؤ کا راستہ نہیں روکا اور یہ کہ تخلیقی تجربے کو میں محبت کی مانند سمجھتا ہوں جو پہلی نگاہ میں قاری کو گھائل تو کر دیتی ہے لیکن اس کی ہمہ گیر وسعتیں اور ذائقے ایک عمر بسر کرنے کے بعد رفتہ رفتہ اور بتدریج کھلتے ہیں، اب اجازت۔

خدا انجمن

آپ کا

اظہار اللہ اظہار

17 مارچ 2003ء



## فہرست

## صفحہ نمبر

## عنوان

3

اظہار اور جدید شعری رویے

17

ادھوری سچائی

30

شہر کی آوارگی کو چھوڑ کر جاؤں کہاں

31

یہ بگڑتی ہوئی تصویر بنا سکتے ہیں

33

ہوا ہے قتل محبت کا خواب آگن میں

35

گم شدہ شہر کے آثار نظر آتے ہیں

37

یہ مرے قتل کے آلات نہیں ہو سکتے

39

پگلی

40

ہونٹوں کو چوم لیتا ہے آکر وہ قہر میں

42

پھیلی ہیں ہر سو راہ میں، کس دشت کی پر چھائیاں

44

مسکرا دے گا مگر چاہ نہیں کر سکتا

45

ہوش میں آیا ہے وہ، گرمی جذبات کے بعد

48

تیر نکلا کمان حائل ہے

50

رک گیا ہے کوئی روانی میں

52

لمس کا خواب زندہ رہنے دے

57

کسی دبیز پہ درباں نہیں ہے

59

فراواں تعبیر

60

میں درد کی آغوش میں بیدار رہا ہوں

62

میں استعارہ ہوں موسموں کا

64

مجھ میں ساکے جو میری پہچان بن گیا

66

کہہ رہا تھا کوئی روانی میں

68

امکان

71

نقطہ

72

میں لٹ چکا تو قیامت اٹھا کے کیا کرتا

74

ماورا

76

نظر میں وسعتیں ہیں آنکھ میں غور نہیں

- 101 سوچتے ہیں کوئی تدبیر نہیں کر سکتے  
104 پیار کے خواب میں ترمیم ضروری تو نہیں  
106 اکائی  
109 انکشاف  
111 آرزو جسم کی مہکار میں کھو جائے گی  
113 یرغمال  
114 سفر  
115 گلی میں شام کے سائے دراز ہونے لگے  
118 آس  
119 اُس میں جستجو نہیں، اس میں انہماک ہے  
121 بھڑک چلی ہے عداوت کی آگ بہتہ میں  
123 پھر آئینے نے مری شکل بھی نہ پہچانی  
125 تارا تارا ٹوٹ کے مکھڑوں، جگنو جگنو روتا ہوں میں  
127 افق کے پار جگنو جا بسا ہے  
129 پروردگی بھی یہاں سخت امتحان میں ہے

## گھنٹیاں

- 78 مکند  
79  
80 شہر میں آگ بھڑک سکتی ہے، کم کم جاؤ  
82 جگنو مری نگاہ کا، شامل ہو کس قطار میں  
84 اپنے آنچل سے ذرا پوچھیے تنہائی میں  
84 گفتگو میں مہک اٹھتے ہیں ترے بس کے پھول  
85 اک شکستہ آرزو کی برہمی لوٹ آئے گی  
87 نجانے  
88 کرن  
89 سطح آب پہ سورنگ کی گل کاری ہو  
91 پڑاؤ  
92 من میں روپوش اک ستارہ ہے  
95 تنہیب  
96 زیست کی آنکھ میں کس آس کی سرشاری ہے  
98 زندگی اپنا ہی سرمایہ گنوا بیٹھی ہے

- 156 جہاں دل ہے وہاں ارماں نہیں ہے  
158 صداؤں کی تصویر  
159 ہم سے کیا گریز نہایت لگاؤ سے  
162 سفر بے سمت، رستے در بدر ہیں  
164 شہرِ یقیں میں خوابوں کا بھرم دیکھا ہے  
166 اٹھی ہیں انگلیاں ہم پر عذاب بھی آئے  
167 دیدہ ور  
168 ہونٹ گنگناتے ہیں، اور روح گھائل ہے  
170 وقت کے پاؤں کی زنجیر نہیں دیکھو گے  
172 پتھر کی آنکھ میں کوئی تصویر کھو گئی  
174 میں غزل میں سانس نہیں سکتا  
176 حاصل درد ہو گیا ہوں میں  
178 دوڑی یہ کیسی اہر شفق میں خمار کی  
180 ایک لمحے کو چاہ لیتا ہے  
182 ہوا کے پاؤں میں پاگل ہے، ہم کو قص کرنے دے

- 131 زندگی کا لباس تھا سیلا  
133 تمازت  
134 تموج  
136 ممکن نہیں ہے ہاتھ پہنچنا گلاب تک  
138 پرواز  
140 پاکیزہ  
141 روپ  
143 رات کو صبح کی دہلیز پہ لے جانا ہے  
145 حادثوں کا سفر  
147 یہ واقعہ تو کسی سانچے سے کم ہی نہیں  
149 گرفت  
150 آئینہ ٹوٹا ہے زنجیر کی آواز سنو  
151 تجربہ  
153 زیست کا یہ عذاب تھوڑا ہے  
155 اک کرن نے کرن کو لوٹا ہے

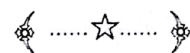


- 184 سجا کے آنکھ کو، آئینہ توڑ دیتا ہے  
186 زندگی راہ میں بے حال کھڑی روتی ہے  
188 زندگی اپنے کسی خواب پہ مغرور نہیں  
189 آئینہ اُس نے توڑ ڈالا ہے  
191 شکست  
192 گیتوں میں وصل کے کرب کی شہنائی لٹ گئی  
194 بارشوں کی نذر ہے سودا مری تعمیر کا  
197 نت نئے پیکروں میں ڈھلتا ہے  
199 کرچیاں  
200 پانیوں میں گلاب بنے دے  
201 میرے خوابوں کا گھر جلا دو گے  
201 پھول روتا ہے پھول ہنستا ہے  
202 سحر  
203 محبتوں کی خیر ہو، نہ روپ ہے نہ رنگ ہے  
206 خوشبو کو بکھیرا ہے اگر خاک رہی ہے

- 208 پیار کا رنگ ہی نرا لا ہے  
210 پیار کے خواب کو شرمندہ نہیں چھوڑے گا  
212 کہکشاؤں نے آسمان توڑا  
214 چوم لو پیار سے مری تصویر  
216 کوئی رشتہ تو اپنی اصل سے ہے  
217 کبر  
219 ذرہ ذرہ ہے برسرِ پیکار  
221 قتل  
222 رات کو صبح کی تنویر کہاں لے جائے  
224 نارسائی  
225 پھول میں رنگ ہے نہ باس کوئی  
227 ناقص  
230 تعین  
233 یلغار  
235 فریب

شہر کی آوارگی کو چھوڑ کر جاؤں کہاں  
میرے گھر میں بھی مری تنہائی کا آسیب ہے  
عورت من و سرہرہ اظہار

- 236 کرچیوں کو سنبھال کر رکھنا  
237 میں تری نبض پہ جب بات نہیں رکھ سکتا  
239 تناظر  
241 لمس کا دائرہ سمٹتا ہے  
243 تعبیر  
244 سمجھوتہ  
245 دستک  
246 داؤ  
248 جاگتی آنکھ میں جب رات اتر آتی ہے  
250 آہٹ  
251 کہکشاؤں کے برابر اگر آیا ہوگا  
254 برہمی آنکھ کی پھیلی ہوئی، قندیل میں ہے





یہ بگڑتی ہوئی تصویر بنا سکتے ہیں

پیار کو باعثِ توقیر بنا سکتے ہیں

تیری آنکھوں میں اُداسی کے یہ جگنو کیسے

زندگی ! ہم تری تقدیر بنا سکتے ہیں

سنگ کو لمسِ گلابوں کا عطا کرنا ہے

ورنہ مشکل نہیں شمشیر بنا سکتے ہیں

لمسِ کے خواب پہ پتھراؤ نہیں ہے منظور

چاند کو لائقِ تسخیر بنا سکتے ہیں

تباہی و تاراج کرنا

جمعہ

اڑتے آنچل کو جواکِ لمس کی سرشاری دے  
ہم صدائوں کی وہ زنجیر بنا سکتے ہیں

اس طرح گھٹیتا ہے نغموں کا ترنم ورنہ  
ہم بھی خاموشی کو تقریر بنا سکتے ہیں

اپنی پامالی کا یارِ نہیں ورنہ لگی  
دوسروں کی طرح جاگیر بنا سکتے ہیں

ہماری اپنے زمانے کے ہیں بے حد عیار  
گل کے کھل جانے کو تقصیر بنا سکتے ہیں

اپنی رسوائی بُری بات ہے ورنہ اظہار

ایک آنسو سے کئی میر بنا سکتے ہیں (میر تقی میر)







ہوا ہے قتلِ محبت کا خواب آگن میں  
ہلک رہا ہے بدن کا گلاب آگن میں

پرنڈے امن کے شاخوں سے اڑتے جاتے ہیں  
اتر رہا ہے یہ کیا عذاب آگن میں

اڑا گئی ہے ہوا زندگی کے پیرامن  
بکھر رہی ہے وفا کی کتاب آگن میں

سنگ اٹھے گا کسی کا شاب آگن میں  
فرقت کی برف گرتی ہے

بہک نہ جائے ستاروں کا آسماں سارا  
عروسِ شب نے اتارا نقاب آگن میں

اک انتظار کا پرکیفِ گیت گاتی ہے  
وہ آدھی رات کو لے کر رباب آگن میں

شجر کی شاخیں ہواؤں کے ساتھ الجھی ہیں  
شمر تو آئیں گے زیرِ عتاب آگن میں

یہ کس کا روپ ہواؤں میں ہو گیا تحلیل  
برس رہا ہے کوئی اضطراب آگن میں

زلا گئی مجھے جاڑے کی چاندنی اظہارِ  
اکیلا رہ گیا اک ماہتاب آگن میں

گم شدہ شہر کے آثار نظر آتے ہیں  
 سلسلے سارے پڑاوار نظر آتے ہیں  
 آنکھ غریبی کی تصویر چڑا کر لائی  
 سب اجالے یہاں بیمار نظر آتے ہیں  
 کون دیتا ہے انہیں چاند پہ جانے کا فریب  
 لوگ سب پیار سے بیزار نظر آتے ہیں

ننگی آنکھ - مراد بیمار آنکھ

پیار کے زعم میں ہم پال گئے اور ہی روگ غم لائے  
 یہ بھی اس شہر کے آزار نظر آتے ہیں

اپنے آنگن کے گلابوں کی طرف بھی دیکھو  
 ان کے چہرے بھی تو گلزار نظر آتے ہیں

نارنگی اور لکڑی کے درختوں کی پتلی نہیں ہوتا، پتوں  
 پر لہووار سرخ زعفرانی پتوں

لوٹ لیتا ہے کوئی چاند کا رقصاں آنچل ڈانس کرنا  
 قفقے رات کے بیدار نظر آتے ہیں

کوڑھ، آفتاب -  
 چھوٹے قہقہے

رقص کرتے ہیں دلاویز برہمن پیکر ننگے جسم  
 عکس آئینے کے سرشار نظر آتے ہیں

ڈانس

آدمی کیا کوئی سایہ بھی نہیں ہے اظہار  
 شہر کے کوچہ و بازار نظر آتے ہیں

☆.....☆

آکھ سے کوچ کریں پیار کے جگنو اڑ کر

اتنے تار یک بھی حالات نہیں ہو سکتے

جو ترے جسم کو بازار میں لے آتے ہیں

وہ تری روح کے نعمات نہیں ہو سکتے

میں نے پھولوں کے بدن آگ میں جلتے دیکھے

قیقہ امن کی آیات نہیں ہو سکتے

☆.....☆

ایک شعر

قافلہ آگے بڑھا جنگل سے، آدھی رات کو

اور میں گم ہو گیا تھا گونج کی آواز میں

☆.....☆ گونج - ہنسنے لگا - آواز

یہ مرے قتل کے آیات نہیں ہو سکتے

مرے دشمن مرے جذبات نہیں ہو سکتے

چوڑیاں کالج کی کیوں توڑ رہی ہے پگلی

ایسے خالی بھی مرے بات نہیں ہو سکتے

یہ گداگر انہیں تحقیر سے ٹھکرا دیں گے

چند سکے یہاں خیرات نہیں ہو سکتے

مسکرا کر میری تصویر کا بوسہ لینا

اس طرح کم مرے خدشات نہیں ہو سکتے

فریاد - عیش - طر - اندیشہ - سوچ  
نہج - خدوشی



## پگلی

میرے سامنے مجھ کو فریب دینے لگیں  
مرے وجود میں شہنائیاں سے گونجی ہیں  
دبکتے لمس کا جھونکا مجھے نہیں چھوٹا  
میں ایک آہ کی گرمی تلاش کرنے گیا  
سواپنے سائے میں پھر کپکپا کے لوٹ آیا  
اگر میں تاروں سے محو کلام ہوتا ہوں  
ہوائے سرد اڑاتی ہے میری بینائی  
تمام رات بدن کے شرار کھلتے ہیں  
کہ برف باری کا موسم ہے اور مری پگلی  
میری نصیب کی چادر بھی اوڑھ کر سوئی

☆.....☆.....☆

مستور باجہ باغی

میری دل چاہی  
میرے دل چاہی  
میرے دل چاہی

چند فارسی

ہونٹوں کو چوم لیتا ہے آکر وہ قہر میں  
شائد علاج اپنے غموں کا ہے زہر میں

آئینے کو زبان عطا ہوگئی ہے کیا  
پتھر کے ٹوٹنے کی صدائیں ہیں شہر میں

بندوق چل گئی ہے کہیں آس پاس ہی  
مرغان خوش، چباک سے گرتے ہیں نہر میں

اک ماہتاب کہہ گیا چہرے کو پیٹ کر

ناگن نے سایہ ڈال کے کاٹا ہے مہر میں

پیارے دوستی - جنت - سورج - عہد سکندر  
شمسی جہیز کی سولہ سو سالہ تاریخ

ماہنامہ 20

ماہم کنائں ستارے ہیں جنگو کی موت پر

جلتے ہیں ایک پل کو تو بجھتے ہیں پہر میں  
رہن (د) کوئے

یوں چوڑیاں اتار کے کیوں رو رہی ہے تو

یہ حادثے تو آتے ہی رہتے ہیں دہر میں  
دُمانے میں موت

اظہار زندگی بھی کہاں حسبِ حال تھی

آواز اپنی دب گئی آئے جو لہر میں

(گرفت سے بعض تو ابد کے ساتھ)

ایک شعر

☆.....☆

ٹوٹی جاتی ہیں بس ایک ذرا لغزش سے

چوڑیاں بھی میری قسمت کے ستارے نکلیں

☆.....☆



پھیلی ہیں ہر سوراہ میں، کس دشت کی پر چھائیاں

زنجیر کی آواز ہے، بجتی نہیں شہنائیاں  
سائے باغِ سرکار، شہنشاہ

دم گھٹ گیا جذبات کا، اور ساز بجتے ہی رہے

بے پیر ہن آغوش میں لٹی رہیں داناہیاں  
بے فہم - فتنے دانگی کی جہ - قلعہ

جذبات کے گرداب بھی، ہم کو ڈبو سکتے نہیں

کس جھیل میں گم ہو گئیں، اُس آنکھ کی گہرائیاں  
در طرزِ کفن و تدفین، دانی کا گولہ چکر

مسکرا دے گا مگر چاہ نہیں کر سکتا  
گل کا کھلنا مجھے بے راہ نہیں کر سکتا

تیرگی میں جو سفر ہم نے کیا ہے پیہم۔۔۔  
وہ کوئی جسم کے ہمراہ نہیں کر سکتا

جھکو ہر حال میں چاہت کا بھرم رکھنا ہے  
جاں نکلتی ہے مگر آہ نہیں کر سکتا

پیار کا جرم بھی الہام ہے گویا اظہار خدا کی طرف سے دل میں کوئی  
گاہ کر سکتا ہوں اور گاہ نہیں کر سکتا  
مقام۔ وقت۔ سخت۔ فیض  
بار۔ موقع۔ کہی۔ جگہ  
سمان۔ دقت

شہزادیوں کے سلسلے، کس لیس میں مدہوش ہیں چھوٹا  
ماتھے پہ کالک مل گئیں، اک پھول کی زیبائیاں

تم کو نظر آتی نہیں، اس عہد کی تصویر میں  
بے چیریاں، حیرانیاں، تنہائیاں، رسوائیاں

اظہار میری برہمی، آنچل کا لہرانا نہیں  
لیتی ہے میرے رویے، وہ شوخ کب انگڑائیاں پستو سمنائی

☆.....☆

ایک شعر

گھر کا دروازہ اگر گیا لیکن  
دکلیں بج رہی ہیں آنگن میں

☆.....☆





ہوش میں آیا ہے وہ، گرمی جذبات کے بعد  
دن کا تحفہ مجھے لوٹا دیا اک رات کے بعد

ہونے کی خواہش

پھونے والے خواب لمس کے خواب نے تعبیر کا آنچل تھاما  
چاند گل کر دیا اس آنکھ نے خدشات کے بعد  
چاند کو چمکا دیا

میں نے آغوش میں مہکایا ہے پھولوں کا شعور

مسکرا لیتا تھا بیساختہ، ہر مات کے بعد  
بے ارادہ، تھی البتہ ہم

یوں نہ ہو بارشیں بستی کو بہا لے جائیں  
قبر اترے نہ کہیں پیار کی آیات کے بعد

ایک بنگامہ سا برپا تھا کسی آنگن میں  
خامشی چھا گئی کیوں چار سو، بارات کے بعد

یاد کر کے جسے اک سحر میں کھو جاتا تھا  
یاد کر کے اور گم صم ہوا میں اس سے ملاقات کے بعد

دراہ دہلے والی در منتظر تھا کہ وہ چھڑے گا فسانہ دل کا قصہ  
منتظر جس کا اس نے کچھ بھی نہ کہا ”شکوہ حالات“ کے بعد  
انتظار اس کا

اب محبت کا کوئی ساز نہ چھیڑو ورنہ  
جاگ جائیں گے کئی فتنے بھی نغمات کے بعد

یہ بھی شائد نمرے احساس کا دھوکہ ہوگا  
بددعا تو کوئی دیتا نہیں، سوغات کے بعد  
نہیں چھوڑے۔ یہ ہے

بے حسی کیوں ہے، فقط اتنا کہا تھا اظہار  
اک قیامت سی اٹھی شہر میں اس بات کے بعد

☆.....☆

بے جان

تیر نکلا کمان حائل ہے درمیان  
گفتگو میں بیان حائل ہے

رک نہ جائے سفر ستارے کا  
راہ میں آسمان حائل ہے

چاند اترے گا کس کے آگن میں  
درمیاں اک جہان حائل ہے

مری آغوش کے مہکنے میں  
کب زمان و مکان حائل ہے

اڑتی زلفوں کی راہ میں کب سے

کھکشاں کی اڑان حائل ہے <sup>سناروں کی جھرمٹ</sup>  
<sup>جو سڑکی کی مانند دکھائے</sup>  
<sup>رہنے کے</sup>

اس گماں میں یقیں کی تلخی تھی

اس یقیں میں گمان حائل ہے

درد کی تیز دھوپ میں اظہار

روپ کا سائبان حائل ہے <sup>چھتر چھتر ہوا ہوا</sup>

☆.....☆

ایک شعر

شام کی پلکوں پہ تاروں کا سفر رک سا گیا <sup>بابا</sup>

دھڑکنوں سے ساز چھینا ہے کہیں مہتاب نے

☆.....☆ <sup>چاند چاندنی</sup>

رک گیا ہے کوئی روانی میں

جھول آئے گا اس کہانی میں

کس کو نگاہ ہے پھر سمندر نے کھا لیا

بلبلے بن رہے ہیں پانی میں

چڑھتے دریا کے پاس مت جانا

مار ڈالے گا مہربانی میں

سر سے پگڑی گری، قلندر کی  
مر گیا ہے کوئی جوانی میں

اس کی تصویر کہہ گئی اظہار  
غم بھی ملتے ہیں شادمانی میں خوشی  
☆.....☆

ایک شعر

آنکھ بھرا نگل گئی لیکن سمجھتا  
آگ لگتی نہیں سمندر میں  
☆.....☆

لمس کی خواہش

لمس کا خواب .. چھوئے والے خواب زندہ  
زندہ رہنا  
دور پرنا کھلی جانا

چھونا

لمس کے انکشاف کے پیچھے

نہج، پرستاشی پچھتا

عقل حیرت فروش ہے کب سے

لمس ماں کی دعا کا دامن ہے

لمس آغوش ہے صداؤں کی

لمس دوشیزگی کی دھڑکن ہے

سوز، بن بھڑکی

لمس اک قہقہہ ہے بچے کا

بہنا

لمس کا اختصار آنسو ہے

نہج، پرستاشی پچھتا

جس میں پہنائیاں ہیں ہستی کی

زندگی، لڑائی، فریضے

چھوئے والے خواب زندہ رہنا

مراد



مس خوشبو کا پھول ہے لیکن  
اپنے من میں سا نہیں سکتا  
پھونٹے اس سے ہیں کئی چشمے  
رقص کرتی ہے کہکشاں اس میں  
گنگناٹا ہے اک جہاں اس میں  
مس کے آسمان میں پیہم  
جلتے بجھتے کئی ستارے ہیں  
مس بہت اب کی کہانی ہے  
مس کی چاندنی کی ٹھنڈک سے  
آرزو کے لبو میں گرمی ہے  
مس اک صبح کا فسانہ ہے  
مس اک شام کی کہانی ہے

مار دل

نگہا

ماں پانا تو گنگناٹا  
لیکھو

چاند چاندنی

خون

جلد پہا

مس بیوی کے پیار میں پنہاں ہے پوشیدہ  
ایک ناموس کی فراوانی۔ کشتہ زبانی  
اس کا پاکیزگی سے رشتہ ہے  
مس اس دیس کا فرشتہ ہے  
مس جگنو کی آنکھ کی بلبل  
مس کینوں کا مہرباں آنجل  
مس تھلی کا گیدگدانا ہے  
اڑ کے جانا ہے اڑ کے آنا ہے  
مس کے دائرے میں سب کچھ ہے  
مس ہے کارواں پرندوں کا  
مس سپنوں کا آشیانہ ہے  
اس کا فردوس میں ٹھکانا ہے  
کبیت

نیدناج۔ عزت۔ آواز  
میں۔ نمرالہ فرشتہ  
دستور مشرق

شیر

پشتو اور وراکھی

مشیخ

خواب

اہل میں فرستادہ ہے  
پہنچا ہوا مرسل رسول  
ایلی۔ خدای خدو

پیشو۔ تہنمول

ہر کو تہر۔ ہر

۷۶۔ لُسِ رسوائی کا تقدس ہے پاکی

لُس کے کپکپاتے ہونٹوں پہ

۷۷۔ بیٹے لحوں کا گیت جاری ہے

لُس احسان کا خزینہ ہے

۷۸۔ زندگی کا نیا قرینہ ہے

لُس اک وقفہ ہے سوالوں کا

۷۹۔ اک اُجالا کئی اُجالوں کا

لُس ساحل بھی ہے سمندر بھی

لُس قطرہ ہے اُس پسینے کا

۸۰۔ راستہ جو دکھائے جینے کا

لُس میں خون کی روانی ہے

لُس پتھر ہے لُس پانی ہے

روشنی  
سمندر کا تار

۸۱۔ اُمّ ناز - فرشتہ - بزرگ لُس دیتا ہے مرے آنگن کا

۸۲۔ نیر - محو لا بہا - شمع - طغیاء - معمار - قویب

نفس کو درمیان مت الجھا

پانیوں میں گلاب بنے دے

لُس کا خواب زندہ رہنے دے

☆.....☆.....☆

### ایک شعر

لُس کے خواب نے تعبیر سے بیزار کیا

گھر کے آنگن میں کس آغوش کے پسینے ٹوٹے

☆.....☆.....☆



کسی دلیلی پر دریاں نہیں ہے  
تو گویا شہر میں انساں نہیں ہے

میں اڑنے کا ہنر بھولا ہوا ہوں  
کوئی آندھی، کوئی طوفان نہیں ہے

میرے اندر سمندر موجزن ہیں  
مجھے اس بات کا عرفان نہیں ہے

میں آئینے سے رشتہ توڑ آیا  
مرے دل میں کوئی ارماں نہیں ہے

شکستہ ساز کوئی کہہ رہا تھا  
محبت بے سرو سامان نہیں ہے



ایک شعر

اس کی زلفوں میں جو کھلتا ہے وہ خوشبو کا گلاب  
شہر کے چوک میں طوفان اٹھا دیتا ہے



واقف زلزلہ کشمیر۔ زلزلہ کشمیر۔ فراواں تعبیر

تیری آواز کی سختی ہے قیامت ہدم

پھول خوشبوؤں کے احساس سے نالاں کیوں ہے

تو نے گرتے ہوئے پانی کا سناں دیکھا ہے

تجھ کو معلوم ہے ریشم کی فراواں تعبیر

زینت کے پیڑ کی سب ڈالیاں پھیلی ہیں

ایسے پامال نہ کروپ کی سرشاری کو

آزمائش کا کوئی مرحلہ جب آتا ہے

آئینہ توڑ کے رکھ دیتا ہے پتھر کا غرور

☆.....☆

جان! تعبیر کی زلفوں میں الجھنا بے کار

یہ غنیمت ہے کہ خوابوں کا سفر جاری ہے

☆.....☆

ایک  
شعر

میں درد کی آغوش میں بیدار رہا ہوں

یہ جیت کا دھوکہ ہے اگر ہار رہا ہوں

ٹریڈر دھب

دم گھٹتا ہو جس طور پرندوں کا ہوا میں

اک ایسی اذیت میں گرفتار رہا ہوں

غازہ ہیں مرے خون کا، موسم کی بہاریں

آئینے سے میں برس پیکار رہا ہوں

نہ سنا کے غوی پتر مگر  
حرار تملار پر مسر اٹھنا

جگنو نہیں پر رات کو تڑپا ہوں مسلسل

تارہ نہیں پلکوں پہ مگر بار رہا ہوں

پہنسو۔ باپاٹے



صبحِ وفا کی نظر بھی ہے میرے قتل کی درپے <sup>چھوٹے لڑکا</sup>

میں باعثِ بیداری پندار رہا ہوں  
دائیم غمور - دائے - شان

یہ دل کی خلش چین سے رہنے نہیں دیتی  
اک خواب پہ میں سارا جہاں وار رہا ہوں

لاٹے ہیں مجھے سامنے بیتے ہوئے لمحے  
تہذیب کے ہر عہد کا شاہکار رہا ہوں  
سفرِ عمر - غمور

دیکھو تو سے مارنا دنگسار یہ آئینے مجھے کیوں نہیں کرتے  
اظہار میں چاہت کا گنگار رہا ہوں

☆.....☆.....☆

محبت

عالمِ بیان کی ایک فتح ہے کسی پتھر کو کسی پتھر قرار دینا استعارہ آئینا ہے <sup>مثلاً</sup>  
میں استعارہ ہوں موسموں کا

وہ چاند اپنی لطافتوں کو سمیٹ کر بھی <sup>تو بہوں - نرا سون - نرہ پون</sup>

شناخت اپنی گواچکا ہے  
ہوا کے جھونکے نہیں اڑاتے

کسی کی نیندیں

جب آنکھ کھلتی ہے اک ذرا سی

تو خواب مرتے ہیں آئینے میں

نہی فیانہ ہے روز و شب کا <sup>جادو</sup>

بدن کو خوشبو کا لیس دے کر <sup>جھوٹا</sup>  
بھارت دیکھنا بھارتوں کو فریب دینا

اب اس تسلسل کو توڑنا ہے

جو میرے من میں کہیں چھپا ہے

دل - جسم

۳۱

میں اسِ الاؤ میں کود جاؤں  
تو برفِ پگھلی گی بے بسی کی  
سمندروں میں شعور جاگے گا زندگی کا  
ایمٹک ہوگی لہو میں پیدا

موج

تو پھول مہکیں گے وادیوں میں  
پرندے چمکیں گے لوٹ آئیں گے آشیاں میں "کھونسلہ" کو  
کھلیں گے مٹی کے رنگ سارے

بدن کو خوشبو کا لمس دے کر

بصار توں کو فریب دینا

اب اس تسلسل کو توڑنا ہے

کہ مجھ میں پنہاں ہزار سُر ہیں

پلو شہرہ میں استعارہ ہوں موسموں کا

☆.....



مجھ میں سما کے جو میری پہچان بن گیا  
بدلا ہوا کا رنگ تو انجان بن گیا

وہ شور جس کے خوف سے سونا محال تھا مشکل  
دروازہ بند کیا ہوا طوفان بن گیا

ڈرتا ہوں کوئی حشر نہ برپا ہو شہر میں  
اک عکس آئینے میں پھر انسان بن گیا

لے جا رہا ہے مجھ کو جزیروں کے بیچ میں  
وہ مستقل گریز جو میلان بن گیا  
بھانسا

منزل پہ جا کے میں نے اٹھایا نیا سوال  
اک فائدہ تھا باعث نقصان بن گیا

اظہار کون جانے بھلا اس عذاب کو  
وہ خامشی کا کرب جو اعلان بن گیا

☆.....☆

ایک شعر

بارشوں سے کہو کہ رک جائیں

اپنے آنگن کا پیڑ جلتا ہے  
میرا دل جس کے اندر دل

☆.....☆

کہہ رہا تھا کوئی روانی میں  
آسمان بہہ گیا ہے پانی میں

چاہتی ہے کوئی نئی بندش  
تنگ ہے چشم ، بیکرائی میں  
یہ نثار رہن نثار

جسم کو چاٹنے لگیں سائے  
کیا قیامت اٹھی جوانی میں

شہر میں اعتبار پائے گی  
جھوٹ شامل ہے اس کہانی میں

رو برو اس کے ' بات مشکل تھی  
لٹ گیا زعمِ نکتہ دانی میں  
بارِ بیکار

کتنا معصوم وہ سنگمر ہے  
قتل کرتا ہے مہربانی میں

آنکھوں پر طوفانِ راندھیاں بے قصور ہیں اظہار  
ہر جہتِ دہلیپ بجھتے ہیں بدگمانی میں

☆

ایک شعر

یہ کس کی آنکھ نے شب کو اڑائے ہیں جگنو  
زمین پہ جھکنے لگا آسمان ستاروں کا

☆

## امکان

میں چپ رہوں گا تو میرے اندر

خود آگہی کا سفر کے گا  
گھٹن بڑھے گی

تو سارے موسم

لباس اپنا اتار دیں گے

پھر آئینے بھی شناخت اپنی نہ سہہ سکیں گے

یہ تتلیاں بھی

پناہ لیں گی نحوستوں کی ولایتوں میں



پرندے اڑ اڑ کے بحر کابل میں جا گریں گے  
 شکار ہوں گے تمام سپنے  
 اگر میں بولا تو پھر بھی بھری ہوئی ہوائیں  
 کسی درندے کی خُا اڑا کر  
 میرے ارادوں کو نوچ لیں گی  
 میں سچ کہوں گا تو تیرا لہجہ غبار بن کے  
 ترے سراپے کو ڈھانپ لے گا  
 ترا تبسم شفق کی سرخی میں بار پا کر  
 بجھے گاشب کی سیاہیوں میں  
 عجیب الجھن میں مبتلا ہوں  
 سو میں نے سوچا ہے میرا کیا ہے  
 گلاب اپنی ہنسی لٹا کر

قرار پاتے ہیں خوشبوؤں میں  
 اب اس قیامت میں زندہ رہنا ہے یونہی ممکن  
 میں تیری سانسوں میں رنج کے اپنی  
 لطافتوں کا بھرم رکھوں گا  
 تری نگاہوں کو روشنائی عطا کروں گا  
 خود اپنے من کا دیا بجھا کر  
 ☆.....☆.....☆

## نقطہ

اپنے من کی نیکرانی کے لئے  
لازمی ہے ایک نقطے کا وجود  
اپنے رنگوں کی بقا کے واسطے  
اڑھنا پڑتا ہے خوشبو کا لباس  
چشم بینا میں یقیناً کچھ نہیں  
بے حوالہ وسعتوں کا اعتبار  
کیا کہوں ہم راز! اپنی زندگی  
بدلیوں کے دوش پر اڑتا نہیں  
آئینہ یہ کہہ رہا تھا ٹوٹ کر  
کون کس کے سحر سے آزاد ہے

☆.....☆

○

میں لٹ چکا تو قیامت اٹھا کے کیا کرتا  
کسی کو خواب گراں سے جگا کے کیا کرتا

وہ جس نے اگلے قدم پر پھڑ ہی جاتا تھا  
میں اس کی مانگ میں تارے سجا کے کیا کرتا

زباں پہ جس کی کسی اور کا قصیدہ تھا  
میں اس فریب کو گھر میں بٹا کے کیا کرتا

بہا کے لے گئی بستی کو جن کی طغیانی  
ان آنسوؤں کو میں گھر میں بسا کے کیا کرتا

پھر اس نے یاد کی تصویر تک نہیں چھوڑی  
گماں کا سایہ گلے سے لگا کے کیا کرتا

جب اس کا لمس ہی برفاب ہو چلا اظہار  
اُسے میں دھوپ میں پیہم جلا کے کیا کرتا

☆.....☆

ایک شعر

تمام رات ستاروں کے دل دھڑکتے ہیں  
یہ کس کی یاد کی آہٹ ہے گھر کے آئینے میں

☆.....☆

## ”ماوراء“

کیا کہیں برق کی رفتار میں بک جاتے ہیں  
ہم برستے ہوئے انوار میں بک جاتے ہیں

نکبھیں پیٹتی رہ جاتی ہیں سر کو ہائے  
قیقہ رنگ کے گلزار میں بک جاتے ہیں

ہم گلابوں کی کہانی نہیں دہرائیں گے  
باغ میں کھلتے ہیں، بازار میں بک جاتے ہیں

پھول معصوم سہی، نکبتیں بے داغ سہی  
ان کا کھلنا ہمیں گم راہ نہیں کر سکتا

گل میں محصور ہے کب اپنے بدن کی خوشبو  
اب ہمیں شہر کے آئینوں سے خطرہ کیا ہے  
گھر سے نکلے ہیں کسی اور کے پیراہن میں

☆.....☆

ایک شعر

ریزہ ریزہ ہے میرا عکس نگاہ  
آئینہ کیا فریب دیتا ہے

☆.....☆

نظر میں وسعتیں ہیں آنکھ میں غرور نہیں  
بلندیاں ہیں مگر سمت کا شعور نہیں

قدم اٹھانے میں اک عمر بیت جاتی ہے  
یہ بات سچ ہے کہ منزل یہاں سے دور نہیں

نجانے پیار کی بستی اجڑ گئی کیسے  
امیر شہر کی نیت میں بھی فتور نہیں



یہ بات اب مرے قاتل کو کون سمجھائے  
میں مر تو جاؤں گا لیکن میرا قصور نہیں

یہ کس کی آنکھ کی سرشاریاں بلائی ہیں  
میں زخم زخم ہوں لیکن تھکن سے چور نہیں

یہ حادثہ میرے آنگن کو چاٹ جائے گا  
بجھا ہے چاند تو کیوں مرے گھر میں نور نہیں

☆.....☆

ایک شعر

اشک آنکھوں سے نکل آئے ہیں یہ سوچ کے پھر  
ترے آنچل میں ستاروں کی جگہ خالی ہے

☆.....☆

## گھنٹیاں

خاموشیاں ہوا میں بجاتی ہیں گھنٹیاں  
لہجے بگڑ بگڑ گئے اعصاب تن گئے  
اک لمس اپنی آس کی سرشاری کھو گیا  
بے ذائقہ ہیں آنکھ کی لذت کشائیاں  
شائد کسی کی آبرو لوٹی گئی ہے آج  
برہم ہوئے ہواؤں میں سب تیلیوں کے رنگ  
دوشیزگی کا روپ تھکن سے ٹڈھال ہے  
تعبیر بھی تو خواب کی خواب و خیال ہے

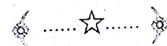
☆.....☆



آج دھیمی رہے جل جانے دو ہولے ہولے  
رات تاریک ہے مدہم رہو، باہم جاؤ

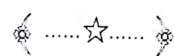
## کند

آئینہ عکس عکس ٹوٹا ہے  
وقت بہتا ہے ایک دریا میں  
چاندنی میں اسیر ہیں نغمے  
پھول کی آرزو کا کیا کہنا  
ایک رکتے سفر کا نوحہ ہے  
روشنی میں ہوا مگر تحلیل  
جس نے خوشبو کا خواب دیکھا ہے  
اپنی دھرتی کو چھوڑ کر ہم نے  
کہکشاں کا عذاب جھیلا ہے  
اڑ رہے ہیں جو اپنی بستی سے  
ساتویں آسماں کو پا کر وہ  
خاک داں پر کمند ڈالیں گے



کارواں راہ میں تقسیم نہ ہونے پائے  
سلسلہ توڑتے کیوں جاتے ہوں پیہم جاؤ

چاند کا سایہ ہر اک گھر پہ پڑا ہے اظہار  
گاؤں میں لے کے کسی شہر کا ماتم جاؤ



ایک شعر

سکب سے ہجرت کے ارادوں میں لگن ہیں پنچھی  
اپنی بستی میں وہ خوشبو کا شجر سوکھ گیا



جگنو مری نگاہ کا، شامل ہو کس قطار میں  
لو شام تارہ کھو گیا، تاریکیوں کے غار میں

دیوی ہو حسن کی مگر، میں تجھ کو کیسے چوم لوں  
الجھا ہوا ہوں بے طرح، اپنی نظر کے تار میں

تہائیوں کے قہقہے، رستہ ہیں روک کر کھڑے  
چھوٹی اگر مجھے وہ شوخ، بستا افق کے پار میں

اظہار اپنی چاہتیں، کب تک چلیں گی اس طرح  
جب وہ ہوا کا رخسار ہو اور ناتوان سوار میں

گھر کو اجاڑ کر مرے، رو رو کے کہہ رہی ہے وہ  
یوں دل گرفتہ کیوں ہے تو، ہوتا ہے ایسا پیار میں

☆.....☆.....☆

ایک شعر

آئینہ ہاتھ میں تھامے رکھو ورنہ پگلی  
اپنی تصویر بھی تم کو نہیں پہچانے گی

☆.....☆.....☆

اپنے آنچل سے ذرا پوچھیے تنہائی میں  
کتنے تاروں نے یہاں شام سے گم ہونا ہے  
بے طرح تیز ہوائیں ہیں کوئی کیا جانے  
کس کو آنگن سے کسے بام سے گم ہونا ہے

☆.....☆.....☆

گفتگو میں مہک اٹھتے ہیں ترے لمس کے پھول  
ورنہ جانم، کسے توضیح پسند آتی ہے  
جب میں لیکچر میں تری یاد کے جگنو پکڑوں  
لڑکیوں کو میری تشریح پسند آتی ہے

☆.....☆.....☆





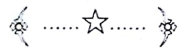
اک شکستہ آرزو کی برہمی لوٹ آئے گی  
لے ہوئی ساکن تو خوشبو پر کہاں پھیلائے گی

مار دیں گی مجھ کو اک تصویر کی حیرانیاں  
سانس روکوں گا تو دھڑکن ہی ہوا ہو جائے گی

دیکھ کر پلکوں پر اک ٹوٹے ستارے کی تڑپ  
بن کے ناگن وہ کرن بہتی میں پھن پھیلائے گی

درمگر کھلتے ہیں خاموشی کی دستک پر کہاں  
آرزو کیا درد کو آغوش میں بہلائے گی؟

میں اگر اظہار ساحل پر بسالوں کہکشاں  
ایک چنگاری ہوا کو رقص پر اکسائے گی



ایک شعر

تصفیہ ہو گئے دنیا کے مسائل لیکن  
تری زلفوں کے خم و پیچ ابھی باقی ہیں



## نجانے

رواں ہے قافلہ منزل کی جانب  
مگر رستہ بھٹک جانے کا ڈر ہے  
سماعت کتنی آوازوں میں گم ہے  
بہت بوجھل ہے اب کے دل کی دھڑکن  
لگے ہیں ساتھ لٹ جانے کے خدشے  
وفا کا چاند آدھا رہ گیا ہے  
مقید ہے کہیں یادوں کی خوشبو  
تھکن سے چور، گرتے ہیں پرندے  
ہوا بیمار ہے موسم پریشاں  
مرا حل کبر میں لپٹے ہوئے ہیں  
نجانے کب یہ مطلع صاف ہوگا

☆.....☆

## کرن

آثار نمایاں ہیں کسی شب کے ابھی سے  
آغوش کُشائی میں مگن سائے ہیں سارے  
تسلیم کہ دھندلایا ہے احساس کا سورج  
دھڑکن میں مگر یاد کی لرزش ہے ابھی تک  
کہتی ہے مجھے دل کی خلش کیوں ہے پریشاں  
تو نے کہیں جگنو کا تماشا نہیں دیکھا  
ہلکی سی کرن دن کو جنم دیتی ہے آخر

☆.....☆

نکلا نہیں ہے شہر، حوادث کے جال سے  
جگنو چمک اٹھا ہے تو تتلی مجلس گئی

☆.....☆

ایک  
شجر

سطح آب پہ سو رنگ کی گل کاری ہو  
راکھ کی تہہ میں اگر ایک بھی چنگاری ہو

لوگ کیوں شہر بسا لیتے ہیں اُس جنگل میں  
دل کی دھڑکن پہ جہاں موت کی لے طاری ہو

ساری بھسی ہی بغاوت پہ اتر آئے گی  
دن کو مشکل نہ بنا رات اگر بھاری ہو

اپنے ماتھے کی دھمک ماند نہ ہونے دینا  
چاند بجھ جاتا ہے جب آنکھ میں بیزاری ہو



ایک شعر

ہمیں گرفت میں لا کر بکھرتا ہے پیہم  
گلاب اپنے بدن کا عذاب سنبے لگا



## پڑاؤ

بستیاں جب کبھی سیلاب کی زد پہ ہوں تو پھر  
راکھ کی گود میں پلتی ہے کہاں چنگاری  
خواب بُنے سے بھی بیزار ہوئی ہیں آنکھیں  
جیسے دم توڑ گئی کوئی بقا کی خواہش  
جیسے تاروں کے نشیمن میں ہے ماتم برپا  
کون سا حادثہ ہستی کا فراموش کریں  
کون سے درد کو بہلائیگے اس سینے میں  
ہم نے آغوش کشائی کا ہنر بھی سیکھا  
ہاں مگر پھول کی خوشبو پہ زوال آتا ہے  
مرحلہ اپنے تعین کا جب آیا کوئی  
روشنی کاٹ گئی راستہ بینائی کا

☆.....☆

○  
من میں روپوش اک ستارہ ہے  
آسمان پر مجھے ابھارا ہے

چھوڑتی ہے ہواؤں میں جگنو  
راکھ کی تہہ میں اک شرارہ ہے

میں سمندر کا اک کنارہ ہوں  
اور وہ دوسرا کنارہ ہے



میرے ماتھے کی روشنی ہمدم  
زندگی کا کھلا اشارہ ہے

ساز کب بے صدا ہوئے اظہار  
اس نے پیہم مجھے پکارا ہے

☆.....

اس نے پانی میں میری چھاؤں کا  
آسماں دور تک اتارا ہے

میری تنہائیوں سے ہم آغوش  
شام کا ملکجی نظارا ہے

لوٹ لیتی ہے درد کا احساس  
نامیدی کوئی سبارا ہے

جس نے روکا ہے سانس لینے سے  
زندگی سے بھی مجھ کو پیارا ہے

پھول کا مسکرا کے بچھ جانا  
بے یقینی کا استعارہ ہے

## تنبیہ

زنگ آلودہ ہو تلوار تو رفتہ رفتہ  
 آگہی نیند کی آغوش میں لے جاتی ہے  
 زندگی ایسے مراحل سے بھی گزری ہے جہاں  
 اک صدی ایک ہی لمحے میں گزر جاتی ہے  
 ہاں مگر یوں بھی ہے جب ایک گھڑی کی لغزش  
 پشت در پشت غلامی کی سزا دیتی ہے  
 اُن گنت نسلوں کو چنوتی ہے دیواروں میں  
 اور پھر جس کا مداوا نہیں ہونے پاتا  
 چشمِ بینا سے کہو ہر گھڑی بیدار رہے

﴿.....☆.....﴾



زیست کی آنکھ میں کس آس کی سرشاری ہے  
 دیپ بھی جلتا ہے اک رات اگر بھاری ہے

ہائے وہ لاوا اگلتا ہوا پتھر تو بہ  
 جس کی آغوش میں نغموں کی صدا جاری ہے

اس کو برسات کے پانی میں بہاتے کیوں ہو  
 زندگی تو یہی احساس کی چنگاری ہے

سچ یہی ہے کہ سمندر کی فضا ہے خاموش  
 سب کے اعصاب پہ کیوں گونج سی اک طاری ہے

میرے رستوں میں فقط رقص ہے تلواروں کا  
ساتھ مت آؤ تمہیں جان بہت پیاری ہے

نارسانی نے مجھے کانچ کا پیکر بخشا  
وار ہکا تھا مگر زخم بہت کاری ہے

کون اظہار وہاں ذات کے اندر جھانکے  
اک بڑا ظلم جہاں آنکھ کی بیداری ہے

﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

جل نہ جائے یہ شام کا آنچل  
دھوپ میں کس قدر تمازت ہے

﴿.....☆.....﴾

زندگی اپنا ہی سرمایہ گنوا بیٹھی ہے  
(پشتواذہب کے ہمد رنگ کردار قنبر مومند کی وفات پر ابتدائی تاثرات)

سوکھ جاتی ہے کوئی شاخ تو دکھ ہوتا ہے  
ہاں مگر آس کی کرنیں یہ کہا کرتی ہیں  
اس شجر سے کئی شاداب سے پھوٹیں گے  
رنگ مہکیں گے، شگوفوں کا تماشا ہوگا  
ٹہنیاں اور ہری ہوں گی اٹھا کر محشر  
اور شاخیں کئی اثمار سے جھک جائیں گی  
المیہ یہ ہے کہ کرنوں کا جہاں ڈوب گیا  
مہر تاباں بھی ہوا خاک کا پیوند آخر  
اب کس امید پہ تاروں کو کریں گے تسخیر  
دشت احساس میں حالات کی طغیانی نے

ایک شبہ زور شجر جڑ سے اکھاڑا، پھینکا  
وہ شجر جس کی گھنی چھاؤں میں دیکھے سب نے  
خواب فانوس کے، تعبیر سحر خیزی کی  
جس کی آغوش میں خوشبو تھی دل آویزی کی  
حادثے ہوش میں لاتے ہیں مگر اب کے بار  
اپنے سپنوں کا نگینہ ہوا ریزہ ریزہ  
اپنی جاگیر کو تاراج کیا شیلے نے  
بائرن ایک تعق سے ہوا ہے بیدار  
ورڈز ورتھ اپنی ہی بستی کا پتہ بھول گیا  
کیٹس نے اپنی ہی تصویر کا چہرہ نوچا  
فیض مجروح ہے غالب کی انا ہے پامال  
فرش پر آ کے گرے حمزہ و کامل بخود

کیسے برپا ہے یہ خوشحال کے گھر میں ماتم  
چاند گل کر دیا اک سعدی و اک حافظ نے  
اپنے سقراط نے کب زہر کا پیالہ تھاما  
وہ تو چاہت کے سنے بانٹ رہے تھے ہم میں  
دیکھئے اپنے ارسطو کی قبا چاک ہوئی  
مرگ نے اپنے فلاطوں کا لبادا اوڑھا  
وقت کو اپنی یتیمی کا ہوا ہے احساس  
کیا کہیں کتنی دعاؤں سے ہوئے ہیں محروم  
روح کی کرچیاں چھتی ہیں بدن میں اظہار  
ماتمی شب کو سنواریں گے کس آئینے میں  
اک قلندر کو ہنایا ہے اگر رستے سے  
زندگی اپنا ہی سرمایہ گنوا بیٹھی ہے

☆.....☆



سوچتے ہیں کوئی تدبیر نہیں کر سکتے  
زیست کو خواب سے تعبیر نہیں کر سکتے

ایک پر شور فموشی میں ڈھلے جاتے ہیں  
گفتگو صورتِ تصویر نہیں کر سکتے

اس طرح درد کی توقیر گھٹا کرتی ہے  
اپنی بربادی کی تشہیر نہیں کر سکتے

اور کیا اپنی صفائی میں ہمیں کہنا ہے  
ہم کہ مجرم نہیں تقریر نہیں کر سکتے

یاد کی شمع جلاتے نہیں دشتِ دل میں  
ایک دیرانے میں تعمیر نہیں کر سکتے

جگمگاتے ہوئے شہروں سے دھواں اٹھتا ہے  
اور ہم شکوہ تقدیر نہیں کر سکتے

بارہا ہم نے تری یاد کا ماتھا چوما  
کیا کہا! چاند کو تسخیر نہیں کر سکتے

کیا خبر ان کے کسی راز کو رسوا کر دوں  
وہ مرے قتل میں تاخیر نہیں کر سکتے

پیار جنگل میں بنالیتا ہے رستے ہر سو  
لوگ خوشبوؤں کو زنجیر نہیں کر سکتے

اک تسلسل میں اسے ٹوٹ کے چاہا اظہار  
اس سے بڑھ کر کوئی تقصیر نہیں کر سکتے

☆.....☆



پیار کے خواب میں ترمیم ضروری تو نہیں  
روح اور جسم کی تقسیم ضروری تو نہیں

والہانہ بھی کچھ انداز ہوا کرتے ہیں  
جسم کے سائے کی تعظیم ضروری تو نہیں

میں نے تاخیر سے اس ہاتھ کو چوما لیکن  
پیار کے جرم میں تقدیم ضروری تو نہیں

ڈھونڈ لیتی ہے وہ جنگل میں بھی اپنا رستہ  
خوشبوؤں کیلئے تعلیم ضروری تو نہیں

زلف کھلتی ہے تو ہاتھ آتا ہے جینے کا جواز  
جان ہر بات میں تنظیم ضروری تو نہیں

بند آنکھوں سے کسی ہاتھ کو تھامو اظہار  
فہم یہ کافی ہے، تفہیم، ضروری تو نہیں

☆.....☆

ایک شعر

ہم کو ترساتے ہیں سائے اپنے  
آئینہ کس خیال میں گم ہے

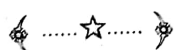
☆.....☆

## اکائی

شب کے تاریک حوادث سے بھلا کیا ڈرنا  
چھین سکتے نہیں ادراک کی چنگاری تک  
تیرگی راستہ روکے تو اُجالا پھیلے  
جوں ہی جگنو کی تڑپ بجھتی ہے لمحہ بھر کو  
آگہی منزلِ تعبیر پہ لے آتی ہے  
جب بھی رم جھم کی صدا کان سے ٹکرا جائے  
عارضِ زیست پہ بکھرے ہے دھنک رنگوں کی  
جب بھی تھک جاتے ہیں پاؤں کہیں چلتے چلتے  
زندہ ہو جاتی ہے جھنکار کسی پائل کی  
کس کو معلوم کہ تعبیر کے دورا ہے پر

آنکھ بوجھل ہے کہ سپنوں سے جھگی رہتی ہے  
 تتلیاں، کانچ کے گلدان پہ منڈلانے سے  
 ایسے کتراتی ہیں جس طرح رمیدہ آہو  
 تیز آندھی میں کسی پیڑ سے ٹکرا جائے  
 روشنی ایک اکائی ہے مری ہستی کی  
 اس کی تقسیم ہے نسلوں کا پریشاں ہونا  
 بند کلیاں یہ چمکتی ہوئی کہہ جاتی ہیں  
 روکنے سے کہاں خوشبو کا سفر رکتا ہے  
 رفعتیں جان چھڑکتی ہیں مری دھرتی پر  
 عظمتیں اس کے تقدس پہ مٹی جاتی ہیں  
 جب اُبلتے ہوئے چشموں پر نظر رکتی ہے  
 تافلک اپنی روانی کا سفینہ جائے  
 اہرن خوف سے لرزاں ہے مرا جاتا ہے

پھر بھی کہتے ہیں فراست کے سے رہ رہ کے  
 چشم بیٹا سے کہو ہر گھڑی بیدار رہے  
 تیرگی ایک تعاقب میں مگن ہے کب سے  
 ان دھلتے ہوئے تاروں کا کہا مت ٹالو





میں بکھر گیا ہوں صداؤں میں  
 مرا آسمان ہے خلاؤں میں  
 تو ہے روشنی میں چھپا ہوا  
 میں برہنہ کتنی قباؤں میں  
 تری ابتدا ہی کمال ہے، تری انتہاؤں کی حد نہیں  
 مرا اعتبار بھی وہم ہے مرا تجربہ بھی سند نہیں  
 ﴿.....☆.....﴾

### قطعہ

بدن میں جب بھی کوئی تازہ خون بنے لگا  
 سروں پہ دھوپ کا اک سا بان تنے لگا  
 مگر ہواؤں کے تیور بدل گئے اظہار  
 خوشی کا لمحہ تھا اک حادثہ بھی چنے لگا  
 ﴿.....☆.....﴾

### انکشاف

مرا سایہ میرا وجود ہے میرا قبہ میرا جسم ہے  
 یہ یقین ہے کہ مغالطہ، یہ سراب ہے کہ طلسم ہے

تجھے جاویداں سا بنا دیا میرا آئینہ مجھے توڑ کر  
 میں فریب کا کوئی روپ ہوں تو یقین کی کوئی قسم ہے

مرا تجربہ مری راہ میں کئی لغزشوں کو بچھا گیا  
 کہ بلند تر تری ذات ہے کہ عظیم تر، ترا اسم ہے

شہر کے آئینے ہو جائیں گے ریزہ ریزہ  
آنکھ جب حسن کے اظہار میں کھو جائے گی

کس طرح راکھ ہوئی پیار کی بستی، مت پوچھ  
یہ کہانی ترے کردار میں کھو جائے گی

اس طرح روپ کے جلوؤں میں نہ الجھو اظہار  
تیری بچی کسی بازار میں کھو جائے گی

☆.....

ایک شعر

رات کروٹ نہیں بدلتی اور  
کتنے سورج غروب ہوتے ہیں

☆.....



آرزو جسم کی مہکار میں کھو جائے گی  
تیری دھڑکن تری رفتار میں کھو جائے گی

آسمانوں سے اترتے ہیں درسیدہ ملبوس  
آبرو، پیار کے دربار میں کھو جائے گی

میری آواز لرز اٹھے گی آئینے میں  
تری پائل کسی جھنکار میں کھو جائے گی

قافلہ تیز ہواؤں کا یہ کہہ کر گزرا  
اُڑتی تتلی اسی گلزار میں کھو جائے گی

## سفر

کوئی ستارہ فضاؤں میں ہو گیا تحلیل  
تو میری آنکھ میں اشکوں کے دیپ جل اٹھے  
ہے شب کی تیرگی کب سے میرے تعاقب میں  
مگر میں رہتا ہوں کرنوں کی اوٹ میں پیہم  
کنول کی آنکھ میں بینائی ڈھونڈنے والے  
بہا کے چاند کو دریا میں، جھوم اٹھتے ہیں  
اک انہماک کی ترغیب بھی ہے بیزاری  
سماعتوں سے پرے اک جہان ہے آباد

## یریغمال

کس نے دھڑکن کی صدا لوٹی ہے وحشی بن کر  
کس نے تبدیل کیا اپنی نظر کا قبلہ  
کون آئینے کی تابانی چرا لیتا ہے  
ہائے شبہ راہوں میں پامال ہے کرنوں کا ضمیر  
وائے بجھتے ہیں سب آنکھوں کے دیئے رہ رہ کے  
ایک موبہوم تعاقب میں لگا ہوں کب سے  
شعلہ بن بن کے گرا کرتے ہیں شیطانوں پر  
آسمان کتنے ستاروں سے ہوا ہے محروم  
پھر بھی ہم دل کی تسلی کو کہے جاتے ہیں  
تیرگی اور بڑھے گی تو سویرا ہو گا





گلی میں شام کے سائے دراز ہونے لگے  
فضا میں چار سو راز و نیاز ہونے لگے

ابھی تو چاند کے ماتھے پہ اک شکن بھی نہیں  
شکستہ کیسے محبت کے ساز ہونے لگے

گلاب اس نے کھلے پانیوں میں چھوڑ دیئے  
جہاں پہ فاش محبت کے راز ہونے لگے

جہاں بھی چاند کا آنچل سرک گیا سر سے  
چراغ جل اٹھے، پتھر گداز ہونے لگے

شکستگی میرے من کو مٹا نہیں سکتی  
کرن جو ٹوٹے تو ہر سمت روشنی پھیلے  
ہے میرے روپ کا پھیلاؤ میری یکجائی  
سمیٹ کر مجھے لائے گی زلفِ آوارہ  
محبتیں تو ہیں لمحوں کی قید سے آزاد  
یہ کس نے قبر پہ تازہ گلاب رکھا ہے



بہک چلا ہے دوپٹے کی اوٹ میں موسم  
وفا کے مرحلے سب بے جواز ہونے لگے

یہ کس گلاب نے ہنس کر گلے لگایا ہے  
جو دل کے درد تھے سب دل نواز ہونے لگے

مہک گیا ہے کوئی پھول سا بدن اظہار  
جو بند تھے وہ درپے بھی باز ہونے لگے

☆.....☆

ایک شعر

آنکھ آوارہ خرامی میں مگن ہے کب سے  
شام کی گود میں آنسو نہیں باقی شاید

☆.....☆

آس

گھر کی دہلیز کو غیروں کے حوالے کر کے  
آئیں جنگل میں کہیں جشن منانے جائیں  
سانس لینا بھی یہاں جرم ہے وحشی پن ہے  
دل کی دھڑکن بھی یہاں دار پہ لٹکانی ہے  
کس نے مسلے ہیں لگاتار کلی کے سپنے  
کس نے تالاب میں پھولوں کا جنازہ دیکھا  
ایک نقطے میں سمٹ آئی ہے دنیا ساری  
اور احباب تو تفصیل کے شیدائی ہیں  
تیرگی مل گئی ماتھے پہ سیاہی شب کی  
ہم نے جگنو کے تعاقب میں ستارہ چھوڑا

☆.....☆



یہ فسانہ کہہ گیا ، اک ستارہ ٹوٹ کر  
خاک میں ہے روشنی، روشنی میں خاک ہے

آئینے میں ڈھل گئے ، ہم اکائی کی طرح  
اک علاحدہ سفر ، اپنا اشتراک ہے  
﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

رات کو نغمے جگا کر سو گئی  
اک شکستہ ساز بجتا رہ گیا  
﴿.....☆.....﴾



اُس میں جستجو نہیں ، اس میں انہماک ہے  
یہ کرن شہید ہے ، وہ کرن ہلاک ہے

ضبط سے دلی نہیں ، اپنی بے قراریاں  
ہونٹ سی لئے مگر، سینہ چاک چاک ہے

روپ کی قیامتیں ، زیر لب یہ کہہ گئیں  
میل اس میں آئے گا وہ نظر جو پاک ہے

بھڑک چلی ہے عداوت کی آگ بستی میں  
اجڑ رہا ہے کسی کا سہاگ بستی میں

میں دیکھتا ہوں ستاروں کی انجمن برہم  
نیشلی شام کو ڈستے ہیں ناگ بستی میں

یہ کہہ کے ٹوٹ گئی بال کھولے دوشیزہ  
قسم سے پھوٹ گئے اپنے بھاگ بستی میں

نوید لائے تھے جینے کی، پیار کے بچپنی  
یہ کس نے موت کا چھیڑا ہے راگ بستی میں

وہ آنکھ جو مری گہرائیوں کا حاصل تھی  
لٹا گئی ہے سمندر کا جھاگ بستی میں

سفر کے مرحلے اظہارِ تھم ہی جائیں گے  
ہواؤں نے بھی تو کھینچی ہے باگ بستی میں

☆.....☆

ایک شعر

پھول بکھرا ہے تو رہ رہ کے خیال آتا ہے  
گھر کی دہلیز پہ اجڑی تھی کوئی دوشیزہ

☆.....☆

دلوں کو نقل مکانی کی مار دیتے ہیں  
مرے نگر کے پرندے بہت ہیں سیلانی

مری نگاہ کی تابانیوں میں ڈھل جاؤ  
اُداس کیوں ہو اگر شہر میں ہے ویرانی

جہاں میں پلکوں کی جنبش بھی رک گئی اظہار  
نظر میں بس گئی کس مرطے کی حیرانی

☆.....☆.....☆

یک شعر

اُڑا کر شہر کے دیوار و در کو  
ہوائیں اور سرکش ہو گئی ہیں

☆.....☆.....☆



پھر آئینے نے مری شکل بھی نہ پہچانی  
ڈبو گئی مجھے سپنوں کی تنگ دامانی

بگڑ گئی ہے اگر بات ہوشمندی سے  
تو کام آئی ہے اکثر ہماری نادانی

دھک رہے ہیں بدن کے دراز تر سائے  
گنبد کے شہر کی گھٹی نہیں ہے تابانی

الفت کے انداز نرالے ، ملنا بچھڑنا ایک برابر  
چاہ کرے ہوں غم نہیں اس کا کچھ پاتا یا کھوتا ہوں میں

مار کے مجھ کو میرا قاتل اپنا ہی نقصان کرے گا  
دھرتی کے وحشی جنگل میں پیار کا ایک سمجھوتا ہوں میں

پائے ہیں ادراک کے لمحے، تیز آندھی میں، میں نے اظہار  
بجھتا ہے جب دیپ کوئی تو اور بھی روشن ہوتا ہوں میں

☆.....☆.....☆

ایک شعر

چاند آنچل کو گنوا کر کیسے  
اپنی رعنائی میں کھو جاتا ہے

☆.....☆.....☆

تیرا تارا ٹوٹ کے بکھروں، جگنو جگنو روتا ہوں میں  
سکی سکی جاگ رہا تھا دھڑکن دھڑکن سوتا ہوں میں

میں نے کب انکار کیا ہے درد کی لے میں ڈھل جانے سے  
من کے سونے اس آنگن میں پیار کے سپنے بوتا ہوں میں

آنکھوں کی اس جھیل میں آکر تارہ بن کے ڈوب نہ جاؤں  
تنہائی کے گھر میں جانم پریمی اک اکلوتا ہوں میں



افق کے پار جگنو جا بسا ہے  
ستارہ کس کرن کی انتہا ہے

بصارت صلب کرتے ہیں اُجالے  
یہ نفرت بھی محبت کی عطا ہے

تجسس میں مجھے رکھنا ہے کب تک  
زباں خاموش کیوں ہے بات کیا ہے

نہیں آتا مگر جھونکا ہوا کا  
دریچہ تو ہر اک گھر کا کھلا ہے

میں کیا ڈھونڈوں کسی آنچل کا سایہ  
عروس زندگی جب بے ردا ہے  
﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

وہ سراپا مجھے فردوس میں لے آیا ہے  
جس کی خوشبو نے مجھے راہ سے بھٹکایا تھا  
﴿.....☆.....﴾





سپردگی بھی یہاں سخت امتحان میں ہے  
تیرے وجود کا مرکز مری اڑان میں ہے

مرے بدن کی تھکن کہہ رہی ہے رہ رہ کے  
تمازتوں کا وہ سورج تو سائبان میں ہے

بس آؤ موج میں اور آسماں پہ چھا جاؤ  
کہ زمزے کا جہاں تو اسی اٹھان میں ہے

چڑھائے جاتا ہے سولی پہ چاند کا ہالہ  
مرے خیال کی بانی بھی اس کے کان میں ہے

بہت مزے سے وہ شاداب ہونٹ چومے تھے  
یہ کیسے زہر کی تلخی میری زبان میں ہے

گلاب کھل اُٹھے اظہار میرے ہونٹوں پر  
مگر وہ ناگ جو نکلا مرے مکان میں ہے



ایک شعر

شام کے پھیلتے سایوں سے ہراساں ہو کر  
کتنے تارے ترے آنچل میں سما جاتے ہیں



بھیگتا جا رہا ہوں بارش میں  
کس نے چاہت کے کرب کو جھپٹا

تیرگی اب بھی ہے مگر اظہار  
ایک جگنو تو جاں پر کھپلا  
﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

میں ستاروں سے پرے، بزم سجاتا لیکن  
ایک جگنو نے مرا راستہ روکا شب بھر  
﴿.....☆.....﴾

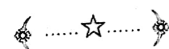
○  
زندگی کا لباس تھا میلا  
لمس کا دائرہ نہیں پھیلا

چاٹ کر رکھ دیا سمندر کو  
آگیا ایسے پیاس کا ریلا

موت کی لذتوں کو ترسایا  
میرا قاتل ہے کتنا البیلا

## تمازت

اپنی محنت کی کمائی پہ بھی دکھ ہوتا ہے  
یہ کہیں زہر میں بجھتی ہوئی تلوار نہ ہو  
کس نے احساس کی عریانی کو رقصاں پایا  
کیسے دم گھٹ کے مرا آب کے اندر ماہی  
ہائے معصوم فرشتوں کی لٹی تابانی  
روشنی اپنے تعاقب میں ہوئی ہے اندھی  
من جھلتے ہوئے ادراک کی آغوش میں ہے  
سخت حیراں ہوں مگر کاسنہ خیرات میں آج  
اک بھکاری نے نگیںوں کا جہاں پھینکا ہے



## تموَج

زندگی دائروں میں ابھرے گی  
ہونٹ پر نغمہ ہو گیا ساکت  
ہائے تالاب کتنا اپ سیٹ ہے  
ایک پتھر کہیں سے لا دو نا  
آنکھ پتھرا نہ جائے ہستی کی  
زمزموں کی تلاش مت روکو  
بے حسی کا شعور جاگے گا  
ہاں مگر ضرب تو لگانی ہے

وقت کا حافظہ نہیں کمزور  
خوشبوؤں کو اسیر مت کرنا  
خواب جاگیں تو ان کی تعبیریں  
کتنے سپنوں کو ڈھونڈ لاتی ہیں  
اک دریچہ کھلا تو رکھنا ہے

﴿.....☆.....﴾



ممکن نہیں ہے ہاتھ پہنچنا گلاب تک  
لو مر گیا ہے آج تو خوشبو کا خواب تک

مٹھی میں قید رکھتا ہے تتلی کی آرزو  
راحت کو اس نے طول دیا ہے عذاب تک

ڈرتے ہیں گم نہ کر دیں کہیں تم کو بھیڑ میں  
ہے ہم سے منحرف نگہ انتخاب تک

لیکن سمجھ نہ پائے کبھی اُس کی ایک بات  
لکھی ہے جس کے حسن پہ ہم نے کتاب تک

ملتی ہے کیسے خاک میں اب اس کی ابرو  
جس آنکھ میں غرور رہا انقلاب تک

﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

دیرانیاں اُس آنکھ کی یاد آتی ہیں ہم کو  
آسیب زدہ بستی سے باہر نہیں جاتے

﴿.....☆.....﴾

## پرواز

میں نے منہ پھیر کے دیکھا ہے جب اڑتے اڑتے  
میری منزل نے مجھے ٹوٹ کے تڑپایا ہے  
میرے تنخیل کے پر رک گئے اک لمحے میں  
حلقہ در حلقہ مناظر ہوئے ساکن ساکن  
رفعتوں نے مجھے پاتال میں لاپھینکا ہے  
میں یہاں اپنی کہانی نہیں دہراؤں گا  
ہاں مگر ایک جھلک یاد کی اچھے مجھ سے  
چاند کو میں نے عروسی کا لہادا دے کر



اپنی دھڑکن کو بہایا ہے کسی ساگر میں  
میں نے تالاب میں تنہائی کے کنکھر پھینکے  
تو مرے پاؤں میں کانٹا سا چھبا لغزش کا  
ایک طائر نے میرے کان میں ہولے ہولے  
اپنے افسانے کو دہرایا ہے ان لفظوں میں  
میں نے پرواز میں اک آن کی کوتاہی کی  
اور صدیوں کا سفر روٹھ گیا ہے مجھ سے

﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

پانی میں جب سے پھیل گیا ہے لہو کا رنگ  
آبادیوں سے دور پرندے چلے گئے

﴿.....☆.....﴾

## پاکیزہ

سرگوشیوں نے اپنا تقدس لٹا دیا  
ہنگامے مخرف ہیں تلاطم کی راہ سے  
ہے ہاؤ ہو میں ہائے ہائے ہائے ہائے  
آہوں نے واہ واہ کا بیکر اٹھا لیا  
ابھرا ہے کس تضاد سے خاکہ وجود کا  
سچائی اک فریب کے من میں سما گئی  
افسانہ ڈھل رہا ہے حقیقت کے روپ میں  
انگڑائی لے کے کہہ گئی شریں سخن یہ بات  
خود کو سنبھالتی ہوں مگر ٹوٹ ٹوٹ کر  
دیوی مجھے بنا دیا خدشوں نے لوٹ کر

﴿.....☆.....﴾

## روپ

جب بارشوں نے آنکھ کی دنیا اُجاڑ دی  
 بے رونقی کے سائے پڑے خدوخال پر  
 خدشوں نے میرے روپ کو بانہوں میں بھر لیا  
 اعصاب پر محیط ہوئی شب کی تیرگی  
 پیہم میری نگاہ نے جگنو اڑا دیئے  
 تاریکیوں کے سارے ہیولے لرز اٹھے  
 کرنوں کا اک جھوم سا لپٹا وجود سے  
 خوشبو کے کارواں تھے مرے گرد و پیش میں

لیکن وہ ایک خوف میں لپٹا ہوا تضاد  
 کھل کر جو آگیا تو میں بیدار ہو گیا  
 رسیا تھا رنگ و روپ کا لیکن غضب ہوا  
 مٹھی جو کھول دی ہے تو قتلی بھی اڑ گئی



○  
رات کو صبح کی دہلیز پہ لے جانا ہے  
ہم نے ٹوٹے ہوئے تاروں کا کہا مانا ہے  
اوڑھ کر آئیں گے ہم تشنہ لبی کے سائے  
اپنے ساتی نے فقط جام ہی چھلکانا ہے

چوم کر آتے ہیں قاتل کی برہنہ تلوار  
یہ نہیں پوچھتے کب تک ہمیں تڑپانا ہے

ایک دن ٹوٹے گا یہ پیار کا بندھن آخر  
ہم نہیں سمجھیں گے اور آپ نے سمجھنا ہے

اب تو اس راز سے یہ شہر بھی واقف ہوگا  
قتل ہونا ہے ہمیں، آپ نے شرمانا ہے

ہم نے اس دیس میں رہنا نہیں اظہار جہاں  
اپنی تقدیر فقط ہاتھ ہی پھیلانا ہے

☆.....☆

ایک شعر

پلکوں پہ ناپنے لگی آوارگی کی شام  
بھولا ہوا ہوں راستہ جنگل کے آس پاس

☆.....☆

## حادثوں کا سفر

بے لطافت نہیں کثافت بھی  
ہاں مگر امتزاج ہے لازم  
اک تناسب بہت ضروری ہے  
رنگ اور نور کے خیاباں میں  
حادثوں کا سفر نہیں رکتا  
ریچھ کے قرب میں غزالائیں  
ہو گئیں آب و تاب سے عاری  
گدھ تو شہباز بن نہیں سکتا

فاختاؤں کو کون سمجھائے  
وہ بدن کہہ رہا ہے رہ رہ کر  
میں نے تلی کے رنگ اوڑھے تھے  
اڑ گئی میری ساری شادابی  
باتھ مجھ کو لگا دیا کس نے

☆.....☆

مگر فریب ہے یہ اعتبار کی دنیا  
وہاں بھی نقش ہے ابھرا جہاں قدم ہی نہیں

میں اپنی قوت پرواز پر ہوا حیراں  
اُسے یہ وہم ہے شاید کہ مجھ میں دم ہی نہیں

یہ بات دل کی تسلی کو ہے بہت اظہار  
فقط خراب دیارِ وفا میں ہم ہی نہیں



ایک شعر

جب بھی رستے میں تمازت کی کلی کھلتی ہے  
اپنے سایوں کو شجر اوڑھ لیا کرتے ہیں



یہ واقعہ تو کسی سانچے سے کم ہی نہیں  
بچھڑ رہے ہیں مگر کوئی آنکھ نم ہی نہیں

ہر ایک دستِ شنگر میں ہاتھ دیتا ہے  
کسی کو اپنی تباہی کا کوئی غم ہی نہیں

وہ قتل کر کے بھی معصوم ہی ٹھہرتا ہے  
سوٹے ہوا کہ جہاں میں کوئی ستم ہی نہیں



## ”گرفت“

فاصلے ختم ہیں مگر پھر بھی  
لمس کا دائرہ نہیں پھیلا  
روشنی لوتی ہے بینائی  
میں یہ کس موڑ پر رکا آکر  
وسعتوں میں اسیر ہے دھڑکن  
یہ نہیں ہے نظر کی سرشاری  
یہ تو اک دوسرا پڑاؤ ہے  
وسوسوں کا شعور، اُف توبہ  
حاصل کر ب بھی نہیں لذت  
ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام لیا  
اور اس کی گرفت ڈھیلی ہے

☆.....☆



آئینہ ٹوٹا ہے زنجیر کی آواز سنو  
ایک مٹی ہوئی تصویر کی آواز سنو

ایک پاگل سر بازار کہے جاتا ہے  
تم میں جرات ہے تو تقدیر کی آواز سنو

ایسا بے سمت سفر راہ میں گم کردے گا  
خواب سب گونگے ہیں تعبیر کی آواز سنو

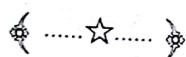
ایک جگنو نے کہا رات کو مرتے مرتے  
میں ستاروں میں ہوں تنویر کی آواز سنو

☆.....☆

## ”تجربہ“

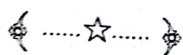
ہم نے سایوں کا تعاقب نہیں چھوڑا اب تک  
کتنے اس راہ میں سچائی کے سورج ڈوبے  
کس اذیت سے گزرتا ہے سفر لمحوں کا  
وقت کے ہاتھ میں چمکی ہے عدو کی تلوار  
کتنی آنکھوں کے دیئے بجھ گئے ہنتے روتے  
کتنی معصوم تمناؤں کے پیکر ٹوٹے  
کرب احساس کو پایا ہے غزل میں ڈھل کر  
دل میں طوفان اٹھے آنکھ میں خاموشی ہے

بے خودی نام ہے خود اپنا لہو پینے کا  
تشنگی بھی تو بہر حال بلا نوشی ہے  
من کے ہنگامے کہیں جاگ نہ اٹھیں اظہار  
اس کے ہونٹوں پہ مرے نام کی سرگوشی ہے



ایک شعر

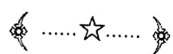
بھول جانا ہے اگر مشکل تو  
یاد کرنا بھی نہیں ہے آساں



منتشر ہو رہا ہے ہر چہرہ  
عکس سے عکس کس نے جوڑا ہے

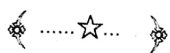
جس پہ چلنا ہے جانب منزل  
کانچ کا اک حسین گھوڑا ہے

جو بہاتا رہا مجھے ، اظہار  
اس سمندر کا رخ ہی موڑا ہے



ایک شعر

سکوں اس کے لئے اک زہر قاتل ہے مگر ہمد  
محبت عہد کی آواز کو سن کر ٹھہرتی ہے



زیت کا یہ عذاب تھوڑا ہے  
ہائے خوشبو نے گل کو چھوڑا ہے

ایک مدت کے بعد خود سے ملا  
کس نے اس آئینے کو توڑا ہے

تیری تصویر کھو گئی مجھ سے  
کتنی تیزی سے وقت دوڑا ہے

اک کرن نہ کرن کو لوٹا ہے

دوستی کے فریب میں ہم نے  
اپنے گھر کا دیا بچھایا ہے  
ایک بھٹکے ہوئے مسافر کی  
کامیابی کا راز ، اُف توبہ  
بے جہت راستوں میں کھو جانا  
چاند گویا کوئی بھکاری ہے  
اس کی تابانیاں نہیں اپنی  
دیکھئے آفتاب گم صم ہے  
شب ہوئی تیرگی سے ہم آغوش  
اک کرن نے کرن کو لوٹا ہے

☆.....☆

○

جہاں دل ہے وہاں ارماں نہیں ہے  
تناسب ہی کوئی یکساں نہیں ہے  
تو جس پہ وارتا ہے اپنی دنیا  
وہ تیرے درد کا درماں نہیں ہے  
قسم سے اس کے فتنے ہیں نرالے  
یہ میرے شہر کا طوفاں نہیں ہے  
دعائیں عرش سے آئیں پلٹ کر  
مری دھرتی پہ کوئی ماں نہیں ہے

## صداؤں کی تصویر

معتبر جھوٹ بھی ہے سچائی  
خود کو پیہم فریب دینا ہے  
کس نے پتھر چٹنے ہیں جھولی میں  
عکس در عکس آئینہ بکھرا  
کرچیوں میں بدل گئے سنے  
آرزو کی کتاب راکھ ہوئی  
اڑ رہا ہے جہاں بگولوں میں  
ڈھونڈتا ہوں صداؤں کی تصویر  
سنگدل کس قدر ہے یہ قاتل  
خاک میں ہی جسے ملانا ہو  
اس کے سر کو کلاہ دیتا ہے

☆.....☆.....☆

جو چپ کر وار کرتا ہے ہمیشہ  
میری نظروں سے اب پنہاں نہیں ہے

پرندے کوچ کرتے جا رہے ہیں  
محبت کا کوئی امکان نہیں ہے

وہاں زلفوں کا سایہ کیا پڑے گا  
جہاں کا مہر ہی تاباں نہیں ہے

برہنہ رقص بھی دیکھیں گے اظہار  
کوئی تلوار ہی عریاں نہیں ہے

☆.....☆.....☆



ہم سے کیا گریز نہایت لگاؤ سے  
قاتل نے جان لی بے بڑے رکھ رکھاؤ سے

کیا چارہ گر ہیں داد ذرا کھل کے دیجئے  
کرتے ہیں درد کا بھی تدارک تو گھاؤ سے

جب آنسوؤں کا روکنا بس میں نہیں رہا  
پھر ارض جاں کو کیسے بچائیں کٹاؤ سے

کیا دلفریب ہوتا ہے یہ آگہی کا کرب  
سائے میں پیڑ جلتے ہیں اندر کے تاؤ سے

ان رتجگوں کا زہر اتارو نہ خون میں  
دیکھو ابھی تو دور ہے منزل پڑاؤ سے

آتا نہیں اگر کہیں انگڑائی پر زوال  
آئینہ ٹوٹ جاتا ہے پھر کس دباؤ سے

جنگل میں کوئی کارواں ٹھہرا تھا شام کو  
جگنو سے اڑتے دیکھے ہیں ہم نے الاؤ سے

طوفان میں ڈوب جائیں گے سب بستیوں کے خواب  
ان پانیوں کو اور نہ روکو بہاؤ سے

شاید درون ذات کوئی اضطراب ہے  
چہرے بگڑ رہے ہیں برابر تناؤ سے

آنچل کا اک فریب تھا آنگن کے آس پاس  
بگڑے ہیں آئینے بھی مسلسل بناؤ سے

(گرفت سے بعض ترانیم کے ساتھ)



سفر بے سمت، رستے در بدر ہیں  
تو گویا خواب سب نامعتبر ہیں

کوئی ہاپل نہیں ہے زندگی میں  
تری انگڑائیاں کیوں بے ثمر ہیں

ہوا یہ کس کا آنچل لے اڑی ہے  
لرزتے شہر کے دیوار و در ہیں

بنیرا کیا کریں ان میں پرندے  
یہ برگ و بار سے عاری شجر ہیں

تری دہلیز پہ رکتا ہوں آکر  
وگر نہ شہر میں کتنے ہی در ہیں

پھر ان کا کاٹنا کیوں ہے ضروری  
اگر یہ ہاتھ اتنے بے ہنر ہیں

اگر سب فاصلے طے ہو چکے تو  
مراحل اور کیا پیش نظر ہیں

(گرفت سے بعض نرا امید کہ سناؤ)

☆.....☆

شہر بقیس میں خوابوں کا بھرم دیکھا ہے  
ہم نے اس آنکھ کو کھلتے ہوئے کم دیکھا ہے

ہاتھ سے گر گیا خوشبو میں بسا گل دستہ  
جس میں اک مان تھا اُس آنکھ کو نم دیکھا ہے

پیرہن کس کا ہواؤں نے اڑایا پیہم  
کس نے گرتا ہوا سپنوں کا حرم دیکھا ہے

اپنی بربادی کا ماتم نہیں کرتے ورنہ  
آس کے چاند کا سر ہم نے بھی خم دیکھا ہے

بے بسی نے ہمیں پتھر کا بنایا اظہار  
ہم نے آنگن کے اجڑ جانے کا غم دیکھا ہے



ایک شعر

جس کی آنکھوں میں مری تصویر تھی  
وہ غزالہ شہر میں گم ہو گئی



○  
انھی ہیں انگلیاں ہم پر عذاب بھی آئے  
ہمارے ہاتھ میں لیکن گلاب بھی آئے

زمانہ ایک روش پر کبھی نہیں ٹھہرا  
کہیں جو رتجگے آئے تو خواب بھی آئے

تمہارے نام کا تارہ مگر نہیں ڈوبا  
کہ روز و شب میں بہت انقلاب بھی آئے

ہمیں نے شمع کو بجھنے نہیں دیا اظہار  
ہوا بھی تیز تھی زیرِ عتاب بھی آئے





ہونٹ گنگناتے ہیں، اور روح گھائل ہے  
لفظ اور معانی میں، اک خلیج حائل ہے

چاند بھی یہ کہتا ہے، گھر کی قید سے نکلو  
راہ میں بہک جانا، زندگی کا حاصل ہے

ساحل سمندر پر، جھومتے نظاروں کے  
زخم زخم پاؤں میں اک شکستہ پاگل ہے

## ”دیدہ ور“

تہائی کا عذاب مسلط تھا شہر پر  
سایوں سے جسم، جسم سے سائے پھڑ گئے  
ہر آنکھ گھومتی تھی خود اپنے مدار میں  
کرتے تھے کوچ شہر سے خوشبو کے کارواں  
سانسوں میں زہر پھیل رہا تھا شناخت کا  
انسان کھو رہا تھا صداؤں کی بھیڑ میں  
بنجرے میں بند پنچھی، ہوا میں اڑا دیئے  
میں نے ہی اپنی ذات کی قربانی پیش کی  
زرگس کی آنکھ نصب تھی چہروں پہ ہر طرف  
آئینہ کس سے عکس کی خیرات مانگتا



رنگ آ کے ملتے ہیں بے شمار رنگوں میں  
ساز جس سے بنتے ہیں وہ ترنگ زائل ہے

شہر کی اذیت ہی آئینے کو توڑے گی  
ایک بہرا آقا ہے ایک گونگا سائل ہے



ایک شعر

سفر کو ترک کر کے لوٹ آیا کہکشاؤں سے  
تری پلکوں کی جنبش پاؤں کی زنجیر بنتی ہے



وقت کے پاؤں کی زنجیر نہیں دیکھو گے  
خواب دیکھا ہے تو تعبیر نہیں دیکھو گے

اس کے ہر رنگ میں پنہاں ہیں تمہارے جلوے  
ہاں مگر تم میری تصویر نہیں دیکھو گے

کتنا بھرپور ہے قصہ مری بربادی کا  
تم مرا حاصل تعبیر نہیں دیکھو گے

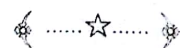


اپنے ہاتھوں کی یہ تحریر نہیں دیکھو گے  
کیا کہا گردشِ تقدیر نہیں دیکھو گے

کیا مرے جرم کے افسانے ہی دہرانے ہیں  
مجھ پہ برسائے گئے تیر نہیں دیکھو گے

ہاتھ میں آگیا تاروں کا دوپٹہ کیسے  
خاک پر چاند کی تسخیر نہیں دیکھو گے

ان پہ آئینے بھی برساتے ہیں پتھر، اظہار  
چاہنے والوں کی توقیر نہیں دیکھو گے



پتھر کی آنکھ میں کوئی تصویر کھو گئی  
آئینہ جاگتا رہا آواز سو گئی

تعبیر جس میں زندہ تھی چاہت کے خواب کی  
وہ آنکھ و سوسوں کی نئی فصل بو گئی

آوارہ بن کے مٹ گئے قوسِ قزح کے رنگ  
تتلی جو اپنی روح میں کانٹے چھبوا گئی

کرنا تھا جس نے قتل مجھے اپنے ہاتھ سے  
وہ میرے ایک لمس سے بے حال ہو گئی

اظہار چاہتیں بھی تو جگنو کے خواب ہیں  
اک آنکھ شہر بھر کے گناہوں کو دھو گئی

☆.....☆

ایک شعر

تتلیوں کے پیرہن لائی تھیں اندھے شہر میں  
وحشتیں شب کی نجانے کس نگر میں کھو گئیں

☆.....☆

میں غزل میں سمانیں سکتا

اُس نے تصویر میری چومی تھی  
اور پھر کائنات تجھوی تھی  
مستقل گردشوں کی زد پر ہوں  
وہ مرے بازوؤں میں گھومی تھی  
کیوں مجھے یاد کر کے وہ روتی  
اپنی قسمت کی یہ بھی شومی تھی  
میں غزل میں سمانیں سکتا  
اس لئے آئینے کو توڑا ہے  
وسعتیں آرزو کو لے ڈو میں  
کیوں مقید ہو آنکھ شیشے میں

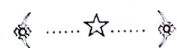


حاصل درد ہو گیا ہوں میں  
راہ کی گرد ہو گیا ہوں میں

دیکھ کر اس کی احمیں آنکھیں  
کس قدر زرد ہو گیا ہوں میں

آگ برسا رہا تھا وہ لہجہ  
بے طرح سرد ہو گیا ہوں میں

میں روایت شکن نہیں لیکن  
جدتوں کو تلاش کرتا ہوں  
من میں ڈوبوں تو اپنی آنکھوں پر  
روز اک بت کو فاش کرتا ہوں  
پیار کا نام لے کے بستی میں  
ہائے فکر معاش کرتا ہوں  
روک سکتا نہیں سفر اظہار  
آئینے پاش پاش کرتا ہوں  
توڑتے عکس چوم کر پیہم  
روح میں ارتعاش کرتا ہوں



دوڑی یہ کیسی لہر شفق میں خمار کی  
پتھر میں مضطرب ہیں لویں بھی شرار کی

بے چشم اس قدر تھے حوادثِ حیات کے  
جو راہ سامنے تھی وہی اختیار کی

پھر آشیاں بناتے ، پرندے درخت میں  
حالت تو دکھ لیتے ذرا برگ و بار کی

کس نے قاتل نگاہ سے دیکھا  
اپنا ہمدرد ہو گیا ہوں میں

لو قبیلے کو چھوڑ کر اظہار  
آج اک فرد ہو گیا ہوں میں

ایک شعر

جگنو کا بدن نغمہ ہے آؤ اسے گائیں  
اس شام کے آنجل سے کوئی ساز چرا کر

.....

وہ آئینے کے سامنے ساکت کھڑی رہی  
کتی رتیں گزر گئیں یونہی بہار کی

پائل کی لے ابھرتی ہے رہ رہ کے چاند میں  
آگن میں محو رقص ہے شب انتظار کی

(گرفت سے بعض توامیم کے ساتھ)

☆.....

ایک شعر

ایک تتلی نے مرے کان میں سرگوشی کی  
گل کی دوشیزگی اک قصہ پارینہ ہے

☆.....

ایک لمحے کو چاہ لیتا ہے  
اور پھر اپنی راہ لیتا ہے

کس قدر ظلم ہے میرا قاتل  
میرے گھر میں پناہ لیتا ہے

زندگی کی نوید ہے لیکن  
جان بھی گاہ گاہ لیتا ہے

جب بھی گھٹتا ہے دم ہواؤں کا  
اُس کا آنچل کراہ لیتا ہے

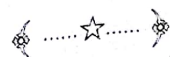
قافلہ راہ پر نہیں آتا  
روز اک انتباہ لیتا ہے

دیکھتا ہی نہیں مگر اظہار  
جان وہ کم نگاہ لیتا ہے



ایک شعر

لہراتے ہوئے گاتا ہوں دریاؤں کے نوحے  
جنگل کی فضا اس بہت آنے لگی ہے



ہوا کے پاؤں میں پائل ہے، ہم کو رقص کرنے دے  
نظر بہکی ہے دل گھائل ہے، ہم کو رقص کرنے دے

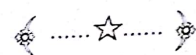
ہوائیں گا اٹھیں، جھومے شجر، طاؤس لہرائے  
فضا اس بات پہ قائل ہے، ہم کو رقص کرنے دے

جسے خوابوں کی دنیا میں بسا کے کھل گئیں کلیاں  
وہ تہلی پیار کی سائل ہے ہم کو رقص کرنے دے



ہمیں جو اجنبی منزل سے اپنے دیس میں لائیں  
ان آنکھوں کا نشہ زائل ہے ہم کو رقص کرنے دے

ہماری راہ میں اظہار ان دریاؤں سے آگے  
ستاروں کا دھواں حائل ہے ہم کو رقص کرنے دے



ایک شعر

آنکھ مدہوش ہے اب صبح بھی ہوگی کہ نہیں  
رات نے چاند کے آنچل کا سرا تھام لیا



سجا کے آنکھ کو ، آئینہ توڑ دیتا ہے  
وہ خواب چُنتا ہے تعبیر چھوڑ دیتا ہے

وہ مرے قتل کے سازش اگر نہیں کرتا  
تو گل کو ہاتھ میں پھر کیوں مروڑ دیتا ہے

اتر تو جائے سفر کی تھکن مگر کیسے  
کہ جب وہ بات کا پہلوں موڑ دیتا ہے

وہ میرے لمس کو برداشت کر سکا کیسے  
گلوں کا رس جو ہوا میں نچوڑ دیتا ہے

یہ آئینہ بھی منافق ہے کس قدر اظہار  
کہاں کا عکس کہاں آ کے جوڑ دیتا ہے

(گرفت سے تبدیلی کے بعد)

☆.....

ایک شعر

قسم ہے سانس لینے ہی نہ دے گی  
بہت بیساختہ اس کی نظر ہے

☆.....

زندگی راہ میں بے حال کھڑی روتی ہے  
چشم تعبیر جہاں خواب میں گم ہوتی ہے

روپ کے چاند کو لاحق ہے یہ کس رات کا خوف  
گھر کے آنگن میں اندیشوں کی کرن ہوتی ہے

مارتی ہے مجھے بے وقت ، اٹھا کر فتنے  
میری تنہائی تو، بیٹی میری اکلوتی ہے

مری شہزادی مرے شہر کے بنگاموں سے  
جاگ اٹھتی ہے مگر آس بھی اک کھوتی ہے

ہم نے اظہار جسے نام دیا ہستی کا  
گھر کی تنہائی میں بے فکر پڑی سوتی ہے

☆.....☆.....☆

ایک شعر

فاختہ آگری سمندر میں  
کھینچتا ہے یہ کون تصویریں

☆.....☆.....☆



زندگی اپنے کسی خواب پہ مغرور نہیں  
آنکھ بیزار ہے شیشے کا بدن چور نہیں

اپنے پامال تبسم کو کہاں لے جاؤں  
وصل کی رات ہے اور لمس سے مسحور نہیں

راہ گم کردہ نہیں ہے میری آغوش کا لمس  
میری نکبت کسی عریانی میں مستور نہیں

سنگ باری کا کوئی ڈر نہیں لیکن اظہار  
پھول کے ہاتھ میں پتھر مجھے منظور نہیں

☆.....☆.....☆



آئینہ اُس نے توڑ ڈالا ہے  
جس کی آنکھوں کا رنگ کالا ہے

بند کلیوں کا مسکرا دینا  
وقت کے جبر کا ازالہ ہے

رات کی تیرگی سے واقف ہوں  
میرا قاتل کوئی اُجالا ہے

ڈوبنا جب مرا مقدر تھا  
پھر سمندر نے کیوں اُچھالا ہے

اس کی آنکھوں کی جھیل میں اظہار  
مرا اک گم شدہ حوالہ ہے  
☆.....☆

## شکست

من کے دیران جزیرے میں لٹا جاتا ہوں  
چائتا رہتا ہے اک ضبط کا موسم مجھ کو  
ان کے منصف بھی یہ کہتے ہیں مرا جرم نہیں  
زور آور مجھے جینے کی سزا دیتے ہیں  
پابہ زنجیر ہے انصاف کا سہا ہوا دیو  
آسمان اپنی اڑانوں کا جہاں بھول گیا  
من سُلگ اٹھتا ہے خوشبو کی مہک سے ہر بار  
اک شکاری نے کمیں گاہ سے باہر آکر  
کتنے معصوم پرندوں کا گلا گھونٹا ہے



گیتوں میں ڈھل کے کرب کی شہنائی لٹ گئی  
سائے دراز ہو گئے انگڑائی لٹ گئی

اک حادثے کی زد پہ رہا معجزوں کا خواب  
وسعت ملی تو آنکھ کی گہرائی لٹ گئی

ہر بار جشنِ نو کا کیا اس نے اہتمام  
ہر بار اُس نے بات یہ دہرائی، لٹ گئی

پیہم رہا ہوں انجمنِ آرائیوں سے دور  
حیراں ہوں کیسے پھر مری تنہائی لٹ گئی

بکھرے تھے سارے شہر میں قوسِ قزح کے رنگ  
تنتلی مگر جہاں بھی نظر آئی لٹ گئی

دیکھا مجھے تو آنکھ بچا کر گزر گیا  
اک پل میں عمر بھر کی شناسائی لٹ گئی

سایوں کے ساتھ ساتھ چلا تھا تمام عمر  
ٹوٹا تو اک ستارے کی بینائی لٹ گئی

اظہارِ میرے عہد کے ماتھے پر درج ہے  
جونہی چراغ جل اٹھے دانائی لٹ گئی



بارشوں کی نذر ہے سودا مری تعمیر کا  
ٹوٹتا جاتا ہے رشتہ خواب سے تعبیر کا

فصلِ گل میں دیکھئے گل کی پریشانی کا حال  
پوچھئے مت مجھ سے افسانہ مری بقدر کا

توڑتا ہے عکس جب مرا، حصارِ آئینہ  
ناگہاں کیوں رنگ اڑتا ہے تری تصویر کا



ہاتھ میں تلوار لے کر سوچ میں گم ہو گیا  
قتل کر دے گا مجھے یہ مرحلہ تاخیر کا

آنکھ جھکتی ہے تو اٹھ جاتی ہیں کتنی انگلیاں  
ترا گھائل راستہ روکے گا کس کس تیر کا

میری رسوائی نے قاتل کو پریشاں کر دیا  
یہ بھی شاید اک حوالہ ہے میری توقیر کا

رفعت تنخیل بھی ہونے لگی پیوند خاک  
میرے سر پر آگرا شعلہ تری تاخیر کا

میں سمندر ہوں مگر دریاؤں میں تقسیم ہوں  
لوٹ لے گا مجھ کو خمیازہ مری جاگیر کا

اپنی آزادی تھی گویا زلف کی آوارگی  
سلسلہ ملتا گیا زنجیر سے زنجیر کا

یہ شکستہ آئینہ اظہار بے مصرف نہیں  
منعکس اس میں اک اندیشہ بھی ہے تنویر کا

﴿.....☆.....﴾



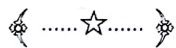
نت نئے پیکروں میں ڈھلتا ہے  
وہ مرے ساتھ ساتھ چلتا ہے

میں اُسے راستہ بناتا ہوں  
اور وہ راستے بدلتا ہے

برف باری ہے جس کے آنگن میں  
کس کا پیکر وہاں پگھلتا ہے

زیست کی تیرہ تار گھائی میں  
اک پرانا چراغ جلتا ہے

دیپ میں نے جسے دیئے اکتھار  
وہ گرا کر مجھے سنبھلتا ہے



ایک شعر

شہر کے قہقہوں پہ مت جانا  
لوگ اپنی ہنسی اڑاتے ہیں



## کشتیاں

زُرخِ گلاب پہ جب اوس پڑنے لگتی ہے  
چمک کے اڑنے کو پر تولتی ہے چنگاری  
کہیں جو ذہن میں جھونکا ہوا کا آجائے  
تو ذائقوں سے لپٹتی ہیں تلخیاں آکے  
میں خوشبوؤں سے مگر فاصلہ نہیں رکھتا  
یہ جانتا ہوں کہ سانسوں میں حشر برپا ہے  
رگوں میں خون کی گردش بحال کیا ہوتی  
مرا غرور مجھے راستے میں چھوڑے تو  
میں تیری یاد کو جا کر گلے لگا لوں گا  
مگر میں ٹوٹ رہا ہوں بڑے تسلسل سے

☆.....☆.....☆



پانیوں میں گلاب بہنے دے  
لمس کا خوابِ زندہ رہنے دے

اک کھلونا کہیں نہ بن جاؤں  
پیار کا درد مجھ کو سہنے دے

میں اندیشوں میں ہو گیا محصور  
کانچ کا یہ مکان ڈہنے دے

خامشی حد سے بڑھ گئی اظہار  
جانِ من کچھ تو آج کہنے دے

☆.....☆.....☆



میرے خوابوں کا گھر جلا دو گے  
اور تم صرف مسکرا دو گے  
مجھ کو مجرم قرار دے کر تم  
بے گناہی کی کیا سزا دو گے

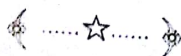


پھول روتا ہے پھول ہنتا ہے  
آئینہ کس قدر شکستہ ہے  
جل رہے ہیں شجر کے سائے بھی  
اپنی بستی میں کون بتا ہے



سحر

لوگ اس بات کو نادانی پہ محمول کریں  
میں تمسخر کا نشانہ ہی بنوں گا لیکن  
اپنے ادراک کے شعلوں میں جلا جاتا ہوں  
خود سے ہوں برسرِ پیکار بقا کی خاطر  
ختم ہونا ہے تصادم سے گریزاں ہونا  
سخت مشکل ہے مگر صابِ ایماں ہونا  
سنگ ٹکرائے ہیں آپس میں، تو تاریکی میں  
ایک پل ہی سہی کرنوں کی سحر پھیلی ہے





محببتوں کی خیر ہو ، نہ روپ ہے نہ رنگ ہے  
ہوں پتھروں کے درمیاں ، یہ آئینہ بھی سنگ ہے

اگر جدا ہوئے ہیں ہم ، سفر ابھی رکا نہیں  
میں اس کی سانس سانس ہوں ، وہ میرا انگ انگ ہے

گرفتہ دل کلی مگر ، چٹک کے پھول بن گئی  
یہ کون سا خمار ہے یہ کون سی ترنگ ہے

میرا ضمیر صاف ہے اگر بہک چلا تو کیا  
نظر میں کوئی میل ہے نہ دل پہ کوئی زنگ ہے

ترس رہی ہیں پیار کو ، سمندروں کی وسعتیں  
کشادہ کس قدر ہے دل ، یہ آنکھ کتنی تنگ ہے

نگاہ ہے تو دیکھئے ، میں کیا کروں گا تبصرے  
یہ موت ہے وہ زندگی وہ شمع یہ پتنگ ہے

ہے کشمکش میں آگہی قیامتوں کو دیکھ کر  
بدن پہ برف جم گئی ، لہو میں اک اُمنگ ہے

خاتون کی نذر ہیں، محبتوں کے سلسلے  
میں دم بخود نہیں فقط، وہ نازنین بھی دنگ ہے

خلش فقط یہی رہی، یہ کیسی چوٹ کھا گیا  
نہ دشمنی نہ دوستی نہ صلح ہے نہ جنگ ہے

میں بارشوں میں بھیگ کر، افق کے پار جا بسا  
ہوائیں تھر تھرا اٹھیں، فضا میں جلت رنگ ہے

﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

شام نے مجھ کو ہتھیلی پہ ہے رکھا شاید  
جو بھی آتا ہے مری راکھ اڑا دیتا ہے

﴿.....☆.....﴾



خوشبو کو بکھیرا ہے اگر خاک رہی ہے  
آوارگی تہذیب کا ادراک رہی ہے

کیوں پھول مہکتے نہیں آنگن میں ہمارے  
یہ آنکھ ہماری بھی تو نم ناک رہی ہے

حالات نے روندنا اُسے پتھر میں سمو کر  
وہ روح جو اس جسم کی پوشاک رہی ہے



اس دیس میں اظہار چمکتے ہیں ستارے  
جس دیس میں خوشبو کی قبا چاک رہی ہے

کیوں سائے میں جلتا ہے چناروں کا سراپا  
تڑپے ہوئے جگنو کی نظر پاک رہی ہے

☆.....☆

ایک شعر

تری پلکوں سے اڑا کرتے ہیں جگنو شب بھر  
رات اس شہر کی گمراہ نہیں ہو سکتی

☆.....☆



پیار کا رنگ ہی نرالا ہے  
چاند بھی جگنوؤں کا ہالہ ہے

آئینے کی شکست کا قصہ  
زندگی کا نیا حوالہ ہے

لغزشوں سے بچا گئے دامن  
ہوش ہم نے کہاں سنبھالا ہے

وقت اپنے مدار سے نکلا  
یہ اندھیرا ہے یا اُجالا ہے

اس قیامت سے کون گزرے گا  
آپ نے قد بہت نکالا ہے

☆.....☆.....☆

ایک شعر

تالاب میں اتر کے مرا عکس کھو گیا  
گہرے سمندروں سے پھڑنا عذاب تھا

☆.....☆.....☆



پیار کے خواب کو شرمندہ نہیں چھوڑے گا  
ضبط کا روگ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا

اُڑ رہا ہوں مگر افسوس بھی ہوتا ہے مجھے  
یہ سفر چاند کو تابندہ نہیں چھوڑے گا

شب کے جگنو! میری دھڑکن کا ستارہ ٹوٹا  
وہ سلامت کوئی سازندہ نہیں چھوڑے گا

کھکشاؤں نے آسمان توڑا  
درد نے رابطہ آسمان توڑا

کرچیوں میں ہیں منتشر چہرے  
آئینہ تم نے ، مہرباں توڑا

دیپ سب بجھ گئے ہیں پلکوں پر  
کس نے خوابوں کا یہ سماں توڑا

اس نے تفصیل تھما دی کئی تعبیروں کی  
گویا وہ حسن کو پائندہ نہیں چھوڑے گا

گھر کے رستے کا مجھے علم ہے لیکن سوچو  
کیا تعاقب میں وہ کارندہ نہیں چھوڑے گا

وہم طوفاں میں بچھا دیتا ہوں شمعیں اظہار  
یہ اندیشہ مجھے رخشندہ نہیں چھوڑے گا

☆.....☆.....☆

ایک شعر

ان فضاؤں میں کوئی آگ بھڑک سکتی ہے  
تیری خوشبو نے پکڑ لی ہے ہوا کی انگلی

☆.....☆.....☆

”چوم لو پیار سے مری تصویر“

کشکش خوب ہے مگر جاناں  
اس طرح وقت روٹھ جاتا ہے  
زندگی اوس سے مشابہ ہے  
اک کرن اس کو چاٹ جائے گی  
مصلحت کیش مت بنو ہمد  
پیار اک مختصر سا وقفہ ہے  
جب یہ سمٹے تو خاک ہو جائے  
اور پھیلے تو پھر قیامت بھی

کانچ نے ٹوٹ کر صدائیں دیں  
تم نے وعدہ جہاں جہاں توڑا

زندگی کا مجسمہ بکھرا  
کس نے خوشبو کا کارواں توڑا

تنگی کھا گئی سمندر کو  
بیکرائی نے بیکراں توڑا

اڑ رہے ہیں خلاؤں میں اظہار  
ضبط نے کانچ کا مکاں توڑا

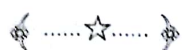
☆.....☆.....☆



کوئی رشتہ تو اپنی اصل سے ہے  
آئینہ پتھروں کی نسل سے ہے

ہجرتوں کو ہی ساتھ لایگا  
یہ اندیشہ بھی ہم کو وصل سے ہے

راکھ اُڑنے نہ دو ہواؤں میں  
یہ شرب بھی تو گل کی فصل سے ہے



اس کے من میں پناہ لیتی ہے  
چوم لو پیار سے مری تصویر  
تا کہ میں ہوش میں تو آجاؤں  
میرا سینہ بہت کُشادہ ہے  
میرے سائے سے ڈر رہے ہو اگر  
تم مری روح میں سا جاؤ  
چھوڑ دو آگہی کی سرحد کو  
روپ کیوں آئینے کا قیدی ہو  
ان ہواؤں کا رس بھرا لہجہ  
میری جانب تمہیں باتا ہے  
آؤ تم مجھ سے کیوں گریزاں ہو  
میں نے اپنا حصار توڑا ہے



## کھر

روپ یہ کس کا شعاؤں میں ہوا ہے تحلیل  
چشم تعبیر سے آلیپے ہیں سائے کتنے  
پھول کا لمس مرے ہاتھ میں مرجھاتا ہے  
گو یہ دعویٰ میں بڑے زعم سے کر سکتا ہوں  
ایک جذبے کے کئی رخ ہیں مگر لا حاصل  
منکشف کس پہ ہو الہام کی پہلو داری  
یوں ہے ہر آنکھ مسافت کی تھکن سے بوجھل  
رو برو جو بھی ہے اس رنگ کے گن گاتی ہے

کون مٹتے ہوئے نقطوں سے بنائے تصویر  
متصل رہ سے بھٹکنا ہے نظر کی تقدیر  
گھر کے باہر کوئی آہٹ ہو تو ڈر لگتا ہے  
اپنے بے ربط حوالوں کو کہاں لے جاؤں  
گل نرگس میں اگر نصب ہوئی ہیں آنکھیں  
خاک و خد اپنے ابھرتے نہیں لیکن پھر بھی  
ہم تو اس دیس کے بے چشم مسافر ٹھہریں  
سنگ ریزے جہاں ادراک کے آئینے ہیں

☆.....

ایک شعر

چاند اس دشت کی ویرانی میں گم ہو جاتا  
تری پازیب کی آواز کہاں سے آئی

☆.....





## قتل

کانپ اٹھتا ہوں، لرزتے ہیں شجر کے پتے  
گھر کے آئین کی مہک روح کو تڑپاتی ہے  
ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے لٹ جانے کا  
آسمان رات کو تاروں کی قبا اوڑھے گا  
آئینہ بھی کسی پتھر کا نشہ توڑے گا  
کہکشاں اپنے تخیل کی کہاں ہے سالم  
اب کوئی کس پہ بھروسہ کرے، توبہ توبہ  
اس نے پھولوں کے تقدس کو کیا ہے نیلام  
جس نے برسات میں خوشبو کی ردا اوڑھی تھی

☆.....☆

## ○

رات کو صبح کی تنویر کہاں لے جائے  
جانے اس خواب کو تعبیر کہاں لے جائے  
آندھیاں اک نئے محور میں پھراتی ہیں مجھے  
کیا خبر پاؤں کی زنجیر کہاں لے جائے  
وقت نے جس کے تقدس کو کیا ہے رسوا  
آنکھ جلوؤں کی وہ جاگیر کہاں لے جائے  
آنکھ میں عکس اترتے نہیں سچائی کے  
زندگی اپنی یہ تصویر کہاں لے جائے

شہر کے آئینے سب اس کا اڑاتے ہیں مذاق  
آدنی اپنی یہ توقیر کہاں لے جائے

وہ کرن راہ بھٹکتی ہے جو ہو لے ہو لے  
اس کو رفتار کی تاخیر کہاں لے جائے

زیست گر اس کو اتارے نہ میرے سینے میں  
یہ چمکتی ہوئی شمشیر کہاں لے جائے

راستوں میں جو سلگتی ہے وہ خوشبو اظہار  
اپنی پیشانی کی تحریر کہاں لے جائے

﴿.....☆.....﴾

## نارسائی

صبح نے آکر کہا  
تیز آمدی نے میری بیٹائی مجھ سے چھین لی  
رو گیا میرا وجود  
اک سفیدی آنکھ کی  
مجھ میں آکر گل ہوئے ہیں  
جگنوؤں کے ویسے بھی  
کریچوں کے خواب نے  
ریز وریزہ کر دیا تعبیر کو

﴿.....☆.....﴾

پھول میں رنگ ہے نہ ہاں کوئی  
مجھ پہ بچتا نہیں لباس کوئی

نوج لے گا گلاب چہروں کو  
عکس پھرتا ہے بدحواس کوئی

لوگ سب بانٹتے ہیں دریا کو  
اب بجھاتا نہیں ہے پیاس کوئی

ہے کوئی نہیں بھیر کچھ  
ہو رہا ہے مگر لباس کوئی

کانپ اٹھتی ہے میری تہائی  
جیسے رہتا ہو آس پاس کوئی

کان میں کبہ گئی صبا آ کر  
لے ازا پھول کی مناس کوئی

سوچتا جا رہا ہوں اب اظہار  
ایک موسم تو آئے راس کوئی

﴿.....☆.....﴾

## ناقصام

داستاں مکمل ہے ، سلسلہ ادھورا ہے  
 بکراں ٹھہرنا ہے ، ناقصام رہ جانا  
 کیا کروں گا میں آخر بے حساب ہو کر بھی  
 تجھ کو پار کر کے میں ہر شناخت کھو دوں گا  
 مجھ کو صاف بتا دے ، کونسی ہے حد میری  
 اپنی بازیابی میں ، عمر بیت جاتی ہے  
 اور کس کو فرصت ہے ، زندگی لٹانے کی  
 میں خدا نہیں جانم ، میری حد مقرر ہے

میری ساری سرشاری ، تیلیوں کے خوابوں کو  
 آنکھ میں سجانا ہے ، روح میں بسانا ہے  
 ذات کے جزیرے میں ، گونجتی ہے شہنائی  
 آئینے سنورتے ہیں ، صورتیں بگڑتی ہیں  
 اپنے قد سے بڑھتے ہیں جب چنار کے سائے  
 آگہی کے ساحل پر ، شام چھانے لگتی ہے  
 کتنا تنگ کرتا ہے ، بے کنار ہو جانا  
 وسعتوں کو لنگھ گئی وسعتوں کی بیزاری  
 اک کلی میں سمٹا ہے ، آرزو کا پھیلاؤ  
 لمس کے سمندر میں ، کائنات ہے رقصاں  
 فاصلہ مٹانا ہی ، میری بیکراںی ہے  
 میں کہاں ساتا ہوں ، اپنی ذات میں تبا

کس حصار کو توڑوں، میرے گرد رہ رہ کر  
خواب خواب سی آنکھیں، دائرے بناتی ہیں  
پھول پھول سا لہجہ، آبشار بھٹا ہے  
کیا ہوا کہ میں اب تک خوشبوؤں میں بکھرا ہوں  
سسکیوں کی کچائی، مجھ کو ایک کر دے گی  
ہے میرے تعاقب میں، ایک لمحہ ادراک

﴿ ..... ☆ ..... ﴾

## تعیین

تصویر کے رخ ہیں ہزار  
اپنا تعین کیا کروں  
کیا تیزی رفتار ہے  
لگتا ہے جیسے زندگی  
کروٹ بدلتی ہی نہیں  
کس کیفیت کا دائرہ  
پھیلا ہے میری ذات میں  
سائے میں مدغم ہو گئیں  
کرنیں کنواری دھوپ کی



عمر میں آکر کس طرح  
دریا کا پانی رک گیا  
ہے کشمکش میں آگہی  
لے جا رہا ہے کس طرف  
یہ حیرتوں کا کارواں  
وہ ماورا ہے سوچ سے  
جو سامنے کی بات ہے  
جیسے یہاں ہر حادثہ  
اک حادثے کی زد میں ہے  
پیہم شناسائی میں بھی  
باہم خلا موجود ہے  
لیکن کہیں ملتا نہیں  
اس اجنبیت کا سرا

جب آئینے کی آنکھ سے  
تعبیر کا کا جل اڑا  
لاؤں اسے کیوں روبرو  
اک عکس بے توقیر ہے  
یہ لمحہ موجود بھی  
﴿.....☆.....﴾

## یلغار

شام کے سائے نے جب راستہ کاٹا اپنا  
اک نئی صبح نے ڈھونڈا ہمیں قریہ قریہ  
ہاں مگر نیند سے بوجھل تھیں ہماری آنکھیں  
محترز ہم رہے احساس کی یکجائی سے  
منزلیں راہ میں آئیں تو انہیں ٹھکرایا  
راستوں کو کہیں دلدل میں ڈبو کر آئے  
ہم نے دوچار کیا روح کو تنہائی سے  
خودکشی کرتے رہے ہم بڑی دانائی سے

یہ جو مغرب سے اُٹد آئے ہیں گہرے بادل  
ان میں روپوش ہیں صدے کئی طوفانوں کے  
آگ ہی پھرتی ہے سائے کا لبادا اوڑھے  
کس نے سوچا تھا کہ جب ہم پر گرے گی بجلی  
روشنی بھی اُسی یلغار میں شامل ہوگی



ایک شعر

گھر میں یہ سوچ کر پریشاں ہوں  
مور جنگل میں ناچتا ہوگا



## فریب

ٹوٹ جاتا ہوں اس بھروسے پر  
تم میری کرچیاں سمیٹو گے  
کتنے قامتِ دراز سائے بھی  
زندگی کے دماغ پر چھا کر  
خود نمائی کے جال بُنتے ہیں  
کون اس کرب کا شناسا ہے  
آئینہ کہہ رہا ہے رہ رہ کر  
قاتلوں کا ضمیر زندہ ہے

☆.....☆

## کرچیوں کو سنبھال کر رکھنا

خامشی نے جو سنگ برسائے  
آئینہ ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرا  
بٹ گئی بے شمار خدشوں میں  
ایک موہوم سی شناسائی  
پھر بھی تخلیق کی صعوبت میں  
قلبِ شاعر کی دھڑکنیں رک کر  
کہہ رہی ہیں کئی مراحل ہیں  
شب کی اس بے چراغ وادی میں  
بجھ نہ جائیں یہ آس کے جگنو  
لوٹ آئے وہ آگہی شاید  
عہد بے چہرگی میں، ہمراہی  
کرچیوں کو سنبھال کر رکھنا

☆.....☆



میں تری نبض پہ جب بات نہیں رکھ سکتا  
روبرو تیرے کوئی بات نہیں رکھ سکتا

پیرہن تیز ہواؤں میں گھرا ہے میرا  
اس قیامت میں تجھے ساتھ نہیں رکھ سکتا

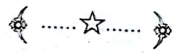
آنکھ ہے، خواب کی تعبیر بدل سکتی ہے  
کانچ میں پیار کے جذبات نہیں رکھ سکتا

جس نے اس شہر کو اک آہ میں تبدیل کیا  
نام اس جبر کا ”حالات“ نہیں رکھ سکتا

حادثے میرے تعاقب میں چلے آئیں گے  
گھر میں خوشبوؤں کے سوغات نہیں رکھ سکتا

ٹوٹ جائے گا بدن ضبط کی بے خوابی سے  
سنگ کی آنکھ میں خدشات نہیں رکھ سکتا

میں نمائش کی ہنسی، ہنس نہیں سکتا اظہار  
زیست کی جھولی میں خیرات نہیں رکھ سکتا



## تناظر

نئی رتوں کا سفر عجب ہے  
مسافتوں نے شجر سے سائے چرائے ہیں  
جو برگِ آوارہ گر رہے ہیں زمیں پہ آکر  
تو ان سے تصویر بن رہی ہے  
کئی شکستہ سماعتوں کی  
کوئی صدا ہو مجسمہ ہے نحوستوں کا  
قفص کے اندر سمٹ گیا ہے جہان سارا  
گھٹن نے بڑھ کر سب آئینوں کو بجھا دیا ہے  
غبارِ حائل ہوا ہے کرنوں کے راستوں میں  
کسی کے چہرے کو کس تناظر میں کوئی دیکھے

ہر ایک منظر ہے کتنا کورا  
نہ فاصلوں کے وہ ذائقے ہیں  
نہ لمس کھلتے ہیں قربتوں کے  
وہ ایک لمحہ ، جو چپکے چپکے  
زمانہ مجھ میں تلاشتا ہے  
وہ کھو چکا ہے  
غروب ہوتا ہوا یہ سورج  
تمام خوابوں کو چاٹ لے گا

☆.....☆.....☆

ایک شعر

میں جزیروں کی سیاحت میں مگن تھا لیکن  
اس کی پلکوں نے ستاروں کے سفر پر بھیجا

☆.....☆.....☆

## لمس کا دائرہ سمٹتا ہے

خوشبوؤں کا سفر نہیں رکتا  
من کے ویران بھوت بنگلے میں  
روشنی اک کھلا دریچہ ہے  
اور مجھ کو برہنہ کر دے گا  
اپنے سائے کو اوڑھ کر پھرنا  
آئینے میں سما گئی دنیا  
شب کی تاریکیوں میں رہ رہ کر  
میں نے کرنوں کا رقص دیکھا ہے  
ایک ویراں مکان پر کب سے  
زندگی کی بہار چھائی ہے

آنکھ کی پتلیوں میں کیجا ہیں  
سلے کتنے آسمانوں کے  
جھیل میں رفتیں اتر آئیں  
خوف ہے بیکراں نہ ہو جاؤں  
لمس کا دائرہ سمٹتا ہے

﴿.....☆.....﴾

ایک شعر

فاختائیں جہاں مصروف تھیں شرماتے میں  
کالی بلی بھی وہاں تاک میں اک بیٹھی تھی

﴿.....☆.....﴾



## تعبیر

کارواں میں شریک ہوں لیکن  
سوچتا ہوں ہر اک پڑاؤ پر  
کیوں سفر منزلوں کا قیدی ہو  
وقت نے دائروں کو توڑا ہے  
زندگانی کے تپتے صحرا میں  
آنکھ پانی کے خواب کیوں دیکھے  
وہ جو چشموں کے بیچ رہتا تھا  
پتھروں کو جنم دیا اس نے

☆.....☆

## سمجھوتہ

اک شکستہ آئینے میں مستقل  
اپنی آرائش کے لمحے ڈھونڈنا  
ایک سپنا اک حقیقت بھی تو ہے  
خواب آنکھوں میں سجانے کیلئے  
بھول جاؤ بے بسی تصویر کی  
کرچیاں چختے رہو تعبیر کی

☆.....☆

ایک شعر

چھین کر تتلیوں سے بے خوابی  
اس نے اپنا ہی گھر اجاڑا ہے

☆.....☆

## داؤ

میں غروب ہو کے طلوع ہوا، تو برہنہ پا تھیں سماعتیں  
میں بھٹک، نہ جاؤں خلاؤں میں  
ترے خال و خد کا فریب بھی  
نہ الجھ سکا میری ذات سے  
بڑی مضحکہ خیز ہے انامری  
کہاں ہے نگاہ کی آب و تاب  
کہاں ہے بدن کا وہ پیچ و خم  
ترے پیکرِ ناز میں ہم نشیں

## دستک

جس کا انجام ہی اسیری ہو  
اس تصادم کی کیا ضرورت ہے  
رنگ اس کا کبھی نہیں جھتا  
جو لہو ہو امنگ سے عاری  
زہر پینا ہو جس کی قسمت میں  
اس کی آنکھوں میں کب سماتے ہیں  
آنے والی بہار کے سپنے  
کتنے فتنوں کی زد میں ہے آغوش  
بے سبب جاگنے کی خواہش سے  
ایک قاتل کی نیند بہتر ہے

☆.....☆

نہ چڑھاؤ ہے نہ اتار ہے

کوئی بے کلی نہ قرار ہے

نہ ہو جس سے روح میں کھلبلی

بھلا ساز وہ کوئی ساز ہے

ترے قامت و قد کا غرور ہی کہیں نغمہ بن کے ہوا ہوا

مرے ہم سفر تری راہ میں نہ نشیب ہے نہ فراز ہے

☆.....



جاگتی آنکھ میں جب رات اُتر آتی ہے  
جھیل میں تاروں کی بارات اُتر آتی ہے

میں ترے جسم کو پامال تو کر لوں لیکن  
ایک خوشبو بھی ترے ساتھ اُتر آتی ہے

جب بھی دھرتی پہ کسی جشن کی تیاری ہو  
آسمانوں سے مری ذات اُتر آتی ہے

بھیک جاتا ہے بدن میرا، کسی بارش میں  
بدلیوں سے کوئی سوغات اُتر آتی ہے

اڑتا پھرتا ہوں میں خوابوں کے نگر میں اظہار  
عرش سے دل پہ کوئی بات اُتر آتی ہے

﴿.....☆.....﴾

## آہٹ

برگِ آوارہ کی وہ سرگوشیاں کس نے سنیں  
دھڑکنوں کو جو صلیبِ عصر پر لٹکا گئیں  
دھوپ اور سائے کی نسبت بت گردوں نے لوٹ لی  
بے حسی ہر چیز پر طاری ہے لیکن لوٹ آ  
اک ہیولا آن دھمکے گا دبے پاؤں یہاں  
اک مہیب آواز ابھرے گی فضا میں چار سُو  
فاختائیں کھو گئیں تنہا جزیرے میں کہیں  
سنگ زاروں کی سماعت میں رچی اک گونج ہے  
کھینچتی ہے جو ہمیشہ آگہی کو دار پر

﴿.....☆.....﴾



کہکشاؤں کے برابر اگر آیا ہوگا  
شب کے جگنو نے مرا گیت چرایا ہوگا

اس کی چھاؤں میں گلابوں کے بدن جلتے ہیں  
اس شجر پر کسی آسیب کا سایا ہوگا

شام کی آنکھ میں سپنے ہیں ہم آغوشی کے  
تیری پائل نے کوئی حشر اٹھایا ہوگا

تم نے منہ پھیر کے اتنا بھی نہ سوچا پگی  
یہ مسافر ہے بہت دور سے آیا ہوگا

وقت دریا میں بہاتا رہا لمحوں کے گلاب  
دور سے تم نے اسے ہاتھ بلایا ہوگا

کرچیاں ہیں ترے عارض پہ کئی صدموں کی  
آئینے نے کوئی پتھر تو گرایا ہوگا

پوچھتی رہتی ہے وہ زلف پریشاں ہو کر  
کس نے اس شام کو خوشبو میں بسایا ہوگا



برہمی آنکھ کی پھیلی ہوئی، قندیل میں ہے  
شہر کا شہر کسی سائے کی تحویل میں ہے

قتل کر کے مجھے معصوم ہی کہلائے گا  
اک ہنر یہ بھی میرے عہد کے قاتیل میں ہے

بات کھلتی نہیں آسیب زدہ بستی کی  
دُھند حائل یہاں آواز کی ترسیل میں ہے

آگ جل اٹھتی ہے جنگل کے کسی چشمے میں  
گھنگھروں نے کوئی فانوس جلایا ہوگا

لس نغموں کے سمندر میں کھلا ہے اظہار  
چاند نے روپ کا آنچل ہی اڑایا ہوگا  
(☆.....☆)



کس طرح چاند کو آغوش میں لیکر تڑپا  
یہ کہانی بھی تو ابھی کسی تفصیل میں ہے

سنگ باری مرے شیشے کا بدن لے ڈوبی  
فائدہ کچھ تو ترے حکم کی تعمیل میں ہے

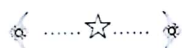
اب درو بام بھی سائے کی طرح لرزاں ہیں  
شہر کی آنکھ ہراساں کسی تمثیل میں ہے

وہ کرن آنکھ میں چمکے گی ستارہ بن کے  
ایک مدت سے مگن جو مری تشکیل میں ہے

مجھ سے نکلایا ہے یہ کس کے بدن کا جھونکا  
راہ کا سنگ بھی کوشاں مری تحلیل میں ہے

کیا کروں وہ مجھے دلدل میں پھنسا ہی لے گا  
مسکراتا ہوا اک پھول جو اس جمیل میں ہے

باربا جس نے مرے گھر کو اجاڑا، اظہار  
ایک عرصے سے وہ کوشاں میری تکمیل میں ہے



**Get more e-books from [www.ketabton.com](http://www.ketabton.com)**  
**Ketabton.com: The Digital Library**